رسالہ کا انتساب راقم سطور کی نظر سے نہین گذرا، اس رسالہ مین توحید کی تلقین وشرک سے اجتناب کی ہدایت کرکے مسلمانون مین رائج بدعات ورسوم کا رد کیا گیا ہے، اور کتاب وسنت کے مطابق صحیح عقائد واعمال کی طرف دعوت دی گئی ہے، ناشر نے یہ بھی اعلان کیا ہے کہ جو لوگ اس کتاب کو خریدنے کی استطاعت نہ رکھتے ہون، وہ محصول ڈاک بھیج کر ہدیۃً منگا سکتے ہین،

خانہ جنگی، ازجناب پروفیسر محمد مجیب صاحب بی اے (آکسن) حجم ۱۰۶ صفحے تقطیع چھوٹی، لکھائی چھپائی اچھی قیمت، ۱۲؍ پتہ :- مکتبہ جامعہ دہلی،

شاہجہان کے دور مین داراشکوہ اور اورنگ زیب کے درمیان جو خانہ جنگی برپا ہوئی تھی، اس کو اس رسالہ مین ڈرامہ کی شکل مین قلمبند کیا گیا ہے، اور اس سے پیدا ہونے والے اثرات دکھائے گئے ہین، اس سلسلہ مین شیخ سرمد کا ذکر اس تفصیل سے آیا ہے، کہ بظاہر اس ڈرامہ کا اصل موضوع یہی معلوم ہوتا ہے، اس سلسلہ مین شیخ سرمد اور داراشکوہ کے تعلقات، شیخ سرمد کے سوانح، مقدمۂ قتل، ملا ابوالقاسم کی شیخ سرمد کی حمایت کرنے کی سبق آموز جرأت، ملا ابوالقاسم اور عالمگیر کے مکالمہ اور شیخ سرمد کے قتل گاہ کے مناظر کو خاص طور پر نمایان کیا گیا ہے،

اسلام کے مشہور سپہ سالار (حصہ اول) ازجناب عبدالواحد صاحب سندھی حجم ۲۴۶ صفحے، قیمت مجلد ۱۲؍ پتہ :- بک ڈپو انجمن ترقی اردو، اردو بازار جامع مسجد، دہلی،

مصنف نے اسلام کے مشہور سپہ سالارون کے حالات آسان زبان اور سادہ طرز ادا مین بچون کے لئے لکھے ہین، اس سلسلہ کا پہلا حصہ شائع ہوا ہے، جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سات مشہور صحابہ کرام کی مجاہدانہ زندگی دلنشین انداز مین پیش کی گئی ہے، رسالہ بچون کے لئے مفید ہے،

"س"

جلد ۵۹ ماہ ربیع الاول ۱۳۶۶ھ مطابق ماہ فروری ۱۹۴۷ء عدد ۲

مضامین

مقالات

تلخیص وتبصرہ

استفسار وجواب

شذرات

پچھلے دسمبر کے مہینہ مین آل انڈیا ہسٹری کانگریس کا سالانہ اجلاس پٹنہ مین منعقد ہوا جس کی سرزمین مظلومون کے خون کی ہولی سے اس وقت تک لالہ زار تھی ضرورت تھی کہ اس مناسبت سے اس مین تاریخ کے ایسے مناظر دکھائے جاتے جو ایک دوسرے سے نفرت کرنے والون کو باہم ملاتے، اور وہ تاریخ کے آئینہ مین اپنے اسلاف کی صورتین دیکھ سکتے کہ وہ کیسے شیر و شکر کی زندگی گذار چکے ہین اور اس دیس مین اچھے پڑوسیون کی طرح ہل جل کر رہ چکے ہین لیکن افسوس کہ اس اجلاس مین نہ صرف زندگی کے ان اعلیٰ اخلاقی تصورات کو فراموش رکھا گیا، بلکہ ایک سے زیادہ مقررین جن مین اس صوبہ کے وزیر اعظم بھی ہین، اس موقع پر بھی اسی بدنام عالمگیر کی "ہندو کشی و ستمگری" کے پامال افسانہ کو دہرائے بغیر نہ رہ سکے،

ادھر چند سال کے اندر اس افسانہ کی یاد کو تازہ کرنے کا سہرا عالمگیر کے قدیم محسن سر جدوناتھ سرکار کے سر ہے، ناظرین کو یاد ہوگا کہ ۱۹۴۳ء مین حکومت بنگال کے محکمۂ تعلیم نے تاریخ کی درسی کتابون کی چھان بین کا ارادہ کیا تھا، اس سلسلہ مین عالمگیر کے دور مین مندرون کے انہدام کی پارینہ داستان بھی زیر بحث آئی تھی، اور ڈائرکٹر محکمۂ تعلیم نے اس موضوع کے ماہر سر موصوف کی طرف رجوع کیا تھا، موصوف نے جواب مین محمد ساقی کی مآثر عالمگیری کی ایک عبارت اخذ کرکے دکھایا تھا، کہ عالمگیر نے ۱۶۶۹ء مین ملک کے سب صوبون مین مندرون کے ڈھانے کا حکم علی الاطلاق بھیجا تھا، حکومت بنگال نے موصوف کے اس مراسلہ کو دار المصنفین مین بھیجا تھا، اور راقم سطور کو اس کا جوابی مراسلہ بھیجنے کا موقع ملا تھا جس مین مآثر عالمگیری سے اس موقع کی پوری عبارت اخذ کرکے دکھایا گیا تھا کہ سر موصوف نے بیچ کی ایک عبارت کو لے کر اپنا مدعا ثابت کرنا چاہا ہے ورنہ درحقیقت اس فرمان کا تعلق ٹھٹھہ، ملتان اور خصوصاً بنارس کے چند ایسے مندرون سے ہے جو اس زمانہ مین فتنہ و فساد کا مرکز بنے ہوئے تھے، اور جن مین مسلمان بچون کو لیجا کر ہندوانہ تعلیم دیجاتی تھی، نہ یہ کہ وہ کوئی علی الاطلاق عالمگیری فرمان تھا، یہ مراسلات مقالہ کی صورت مین معارف ماہ ستمبر ۱۹۴۳ء مین شائع کر دیے گئے تھے،

ہسٹری کانگریس کے اجلاس پٹنہ مین ڈاکٹر ترپاٹھی نے اپنا خطبہ دیا ہے جو لیڈر (مورخہ ۵ جنوری ۱۹۴۸ء) مین "ہندوستان کی تاریخ مین عہد وسطیٰ" کے عنوان سے شائع ہوا ہے اس مین عالمگیر کی "رجعت پسند تنزل پذیر سیاسی حکمت عملی" اور ہندوؤن کے ساتھ اس کی انتہائی غفلت شعاری کو دل کھول کر بیان کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے :-

"دوسری یہ بات بھی علم مین لے آنی ہے کہ بعض اہل قلم کی طرف سے چند تحقیقین ابھی روشنی مین لائی گئی ہین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ چند اہم مراکز جیسے کہ بنارس کے مندر تھے، ہندوؤن کی طرف سے مفسدانہ سازشون کے اڈون کے طور پر استعمال کیے جاتے تھے جن کے خلاف شہنشاہ نے اشتعال مین عملی اقدام کیا اور اس کو اب اس کے تعصب کی شہادت مین پیش کیا جاتا ہے،

لیکن یہ بات فراموش نہین کی جاسکتی کہ ان مندرون کے بے رحمانہ انہدام کی کوئی توجیہ مشکل سے کی جاسکتی ہے جن کو شہنشاہ نے شاہزادگی ہی کے زمانہ مین ڈھایا تھا، اور اسی طرح مختلف قسم کے تعزیری اقدامات وہ ہندوؤن کے خلاف کرتا رہا، اور پھر کیا یہ سوال نہین کیا جاسکتا کہ یہ ضروری اور قرین دانشمندی تھا کہ آدمیون کے ایک گروہ کی عصیان کی سزا ان مقدس مآثر پر اتاری جائے جو پوری ملک کی ایک عظیم الکثریت کی عقیدت و ارادت کا مرکز تھے، کیا ہندوؤن کے مذہبی احساسات کو مجروح کیے بغیر ان بد طینت مجرمین کو کسی اور طرح قبضہ مین نہین لایا جاسکتا تھا،"

خوشی کی بات ہے کہ اس تحریر مین سر جدوناتھ سرکار کے اس دعوی سے تو رجوع کر لیا گیا جو انھون نے ۱۶۶۹ء کے اس فرمان کو پوری ملک کے مندرون کے انہدام کے لیے حکم عمومی کے طور پر قرار دیا تھا، پھر اگر "عظیم الکثریت" کے افراد ان عمارتون کی تقدیس برقرار رکھنا چاہتے تو ان مجرمون کو اجازت نہ دیتے کہ وہ ان کو مفاسد کا مرکز بنائین، ایسے موقع پر اس زمانہ مین جس کی بھی حکومت ہوتی وہ ایسے مرکزون کو اس زمانہ کی عام روش کے مطابق برباد کرنے کی کوشش کرتا، اس معاملہ مین عالمگیر کے پیش رو حکمرانون اور عالمگیر کے طرز عمل مین کوئی فرق نہ تھا، کہ عالمگیر کو خاص طور پر مطعون کیا جائے،

عالمگیر کی شاہزادگی کے زمانہ کے انہدامون کو ایک سے زیادہ مرتبہ نمایان کیا جاچکا ہے مگر نکتہ چین یہ نہین سوچتے کہ اگر یہ کسی مہذب حکومت کے لیے داغ ہے تو ان کے ممدوح شاہجہان کا دامن داغدار ہوتا ہے، عالمگیر نے شاہزادگی کے زمانہ مین گجرات کے مندر ڈھائے تھے، ان مین سے ہر ایک کی تحلیل کیجاچکی ہے، اس کی تہ مین کوئی نہ کوئی بغاوت، شورش اور سرکشی پائی گئی ہے، آخر دکن کی واضح مثال بھی تو موجود ہے، عالمگیر نے وہان ۲۵ سال حکمرانی کی، دکن قدیم ہند کی تہذیب، کلچر اور تعمیر کا گہوارہ ہے، اگر تعصب کی وہ آگ جس کی تپش ہمارے زمانہ کے مورخین اب تک محسوس کرتے ہین، عالمگیر کے دل مین واقعی سلگتی ہوتی تو آج دکن مین قدیم ہندو تہذیب و تمدن کے آثار کا نشان باقی نہ رہتا، وہان کی ساری پرانی عبادتگاہین جو آج ہندو تعمیر کی جان سمجھی جاتی ہین صفحۂ ہستی سے مٹ چکی ہوتین لیکن معلوم ہے کہ عالمگیر نے دکن کے ۲۵ سالہ دور حکومت مین کبھی کسی مندر کو ہاتھ نہین لگایا، رعایا پرامن رہی تو بھی امن سے حکومت کرتا رہا، معارف کے مذکورۂ بالا مقالہ مین ان امور کی تفصیل بیان کی گئی ہے،

اس صوبہ مین جہان ہسٹری کانگریس کا تازہ اجلاس منعقد ہوا ہے، دور ہو آئے ہو تو مورخین صوبہ کے ایک عظیم الشان معبد

مین ہندو مسلم رشتۂ اتحاد کو درخشان کرنے والے ایک انمول موتی کی زیارت بھی کر سکتے تھے جو اسی بدنام عالمگیر کے ہاتھون ہان ودیعت رکھا گیا ہے، اور جس کو بوسہ گیا مندر کا پرہت عقیدت کے ساتھ سینے سے لگائے ہے، اس مین ایشیائی معبد کی سند جاگیر جو لاکھون لاکھ کی مالیت ہے اور جس سے آج لاکھون لاکھ جاری فائدہ اٹھا رہے ہین، اسی عالمگیر کے ہاتھون کی رہین منت ہے، اس کا ذکر فاضل مقالہ نگار کے اس مقالہ مین بھی آیا ہے،

بہرحال خوشی کی بات ہے کہ عالمگیر کے کارنامون کو گھٹا ٹوپ اندھیاری مین چھپانے کی ہزارون کوششون کے باوجود حقیقت کی کرن کہین کہین چمکنے لگی ہے، دورِ حاضر کے مورخین کے خیالات کا رخ بدل رہا ہے، اس روشنی کی ہلکی سی جھلک دکھائی دینے لگی ہے، انشاء اللہ جب تعصب و تنگ نظری کا زمانہ گذر جائے تو تاریکیون کے پردے پورے طور پر چاک ہو جائین، ڈاکٹر برہما سرن موصوف نے ان عیب جوئیون اور نکتہ چینیون کے باوجود اس مقالہ کے آخر مین کچھ اعترافات بھی کئے ہین، وہ ستایش کے مستحق ہین، فرماتے ہین:-

"دورِ حاضر مین یہ دکھانے کی کوششین کی گئی ہین کہ اورنگ زیب ہندوؤن کے حق مین نہایت اعتدال پسند تھا، ایسے فرامین کی ایک خاصی تعداد منظرِ عام پر لائی گئی ہے جس مین عالمگیر نے برہمنون کو عطیے دیئے، اور مندرون پر جاگیرین وقف کی ہین... قدیم یورپی اور ان کا اتباع کرنے والے ہندوستانی مورخین کے وہ نقوش و تاثرات ناپسندیدہ ہین جو انھون نے اورنگ زیب کے عہدِ حکومت کے متعلق پیدا کئے ہین، اورنگ زیب کی تاریخ پر (ان فرامین کی اشاعت سے) جو روشنی پڑتی ہے اس سے یقینی طور پر نہ صرف ان یورپی مورخین کے پیدا کردہ تاثرات کی اصلاح ہوتی ہے، بلکہ یہ بھی آشکارا ہوتا ہے کہ عالمگیر لوگون کے ساتھ اپنے روزانہ کے طرزِ عمل اور نظم و نسق مین ایک شریف اور دوسرون کا پاس و لحاظ رکھنے والا انسان تھا، اس مین کوئی شک نہین کہ اس زمانہ کی تاریخ کے متعلق جو غلط نظریے لوگون مین پھیل گئے ہین، ان کی تصحیح کی بڑی ضرورت ہے تاکہ مختلف تاریخی پہلوؤن اور سلف کے کارنامون کے متعلق صحیح فیصلے کئے جا سکین، اور ان غلط فہمیون کو دور کیا جائے جو پھیلائی گئی ہین، اور ہماری قومی ترقی کو جو نقصان پہنچانے والی ہین"

فاضل مقالہ نگار کی یہ آرزو دراصل اس وقت پوری ہو سکتی ہے، جب غیرون کی مرتب کی ہوئی تاریخ کے پھیلائے ہوئے اس تخیل کو ذہن سے مٹا دیا جائے، کہ مسلم قوم باہر سے آئی ہوئی ہے، اگر باہر سے آنا ہی غیریت ہے تو اس مین سامی اور آرین دونون نسلون کا حال یکسان ہے، آریون کا آخری قافلہ ہندوستان مین تقریباً سنہ ... قم مین آیا تھا، اس طرح ہندوؤن کے آخری اور مسلمانون کے پہلے قافلہ کی آمد کے زمانہ مین صرف ایک ہزار برس کا کچھ بالا فرق رہتا ہے، جو قومون کی تاریخ کے لئے کوئی بڑی مدت نہین،

مقالات

مجدد ملت

اور

قومیات و سیاسیاتِ حاضرہ

از مولانا شاہ عبد الباری صاحب ندوی

(۳)

باقی آج کل کی خالص قومیات و سیاسیات کے بارے مین خاص ہندوستان کے حالات کو پیش نظر رکھکر حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنے اور دوسرون کے مسلک کو ایک دلچسپ تمثیل کے ذریعہ واضح فرمایا ہے، اس ع

گفتہ آید در حدیثِ دیگران

کو بھی ضرور سن لین،

"تین رفیق سفر کر رہے ہین، کسی مقام پر پہنچکر دیکھا کہ عین راستہ پر ایک شیر کو تین چار بھیڑیے لپٹ رہے ہین، اور راستہ بند ہے، اُن کے پاس کوئی ہتھیار وغیرہ نہین، البتہ سامنے اینٹین، پتھر پڑے ہین، تینون مین اختلاف رائے ہوا، اور رائے سے عمل مین اختلاف ہوا، ایک کی رائے ہوئی کہ شیر کی امداد کرنا مناسب ہے، اگر یہ غالب آگیا تو طبعًا احسان سے متاثر ہو کر مزاحمت نہ کرے گا، اور مین اطمینان سے اپنے راستہ پر چلا جاؤن گا، یہ خیال کر کے اینٹون سے بھیڑیون کو مارنا شروع کیا، دوسرے کی رائے ہوئی، کہ شیر اکیلا بھیڑیئے متعدد غالبًا غلبہ انھی کو ہوگا،

لہذا اگر اُن کی نصرت کی تو یہ طبعًا احسان سے متاثر ہو کر مزاحمت نہ کرینگے، اور مین امن و امان کے ساتھ نکل جاؤنگا، یہ خیال کرکے اُس نے اینٹون سے شیر کو مارنا شروع کیا،

تیسرے کی رائے یہ ہوئی کہ اینٹین نہ شیر کی مدافعت کیلئے کافی ہین، اور نہ بھیڑیون کی، ایسی حالت مین اگر منصور مغلوب ہوگیا، تو غیر منصور کو خواہ مخواہ چھیڑکر اپنا دشمن بنایا، اور اگر غالب بھی ہوگیا، تب بھی جانور کا کیا اعتبار کہ احسان کی رعایت کرے، بلکہ موقع پاکر وہ بھی طبعًا مزاحمت کریگا، اس لئے بہتر یہ ہے کہ جب تک اپنے پاس قابلِ اطمینان سامانِ مدافعت نہ ہو کسی کی نصرت نہ کی جائے، بس جس طرح ممکن ہو، اپنی حفاظت کی کوشش کی جائے، پھر خواہ غلبہ کسی کو ہو، ممکن ہے کہ ہمارے عدم تعرض کے سبب وہ بھی تعرض نہ کرے، اور کیا بھی تو اس کا افسوس تو نہ ہوگا، کہ ہم نے خواہ مخواہ خود چھیڑکر اپنا دشمن بنایا، یہ دونون سے علٰحدہ ہو کر اپنی حفاظت مین مصروف ہوگیا، اور جس طرح بن پڑا ان کی زد سے سکون و سکوت کے ساتھ نکل گیا، اور دوسرے راستے سے چکر کاٹ کر اُسی راستہ پر جا پڑا،

"یہ تین جدا جدا طریقے ہین جن کو ان تین شخصون نے اپنے لئے اختیار کیا، اگر ان لوگون نے قوانین عقلیہ کی مخالفت کی، اور نیت بھی کسی کی فاسد نہ ہو، تو کسی شخص پر کوئی ملامت نہین ہوسکتی، اور اگر کسی شخص کو اس کے مجوزہ طریق کا مضر ہونا صحیح دلیل سے بتا دیا جائے، اور اُس کے پاس کوئی معقول جواب بھی نہ ہو، اور پھر بھی وہ اس پر مصر رہے تو وہ ضرور مستحق ملامت ہوگا"

ظاہر ہے کہ جس طرح درندہ درندہ ہی ہے خواہ وہ شیر ہو یا بھیڑیا، طبعًا اس سے درندگی ہی کا اندیشہ ہے، اسی طرح مسلمانون کو بھی کافرون سے خواہ وہ کالے ہون یا گورے، طبعًا ہمیشہ عداوت ہی کا اندیشہ رکھنا چاہئے، اور اگر ان کے مقابلہ و مدافعت کی طاقت نہ ہو، تو اسلم راہ تا بہ امکان اُن سے علٰحدہ رہکر اپنی حفاظت کا انتظام کرنا ہے، اور مسلمانون کے لئے بحیثیت مسلمان اپنی حفاظت کے ظاہری

اسباب و تدابیر سے مقدم انتظام یہ ہے کہ پورا پورا مسلمان بننے کی فکر و سعی ہو، تاکہ اللہ تعالٰی کی رضا و نصرت حاصل ہو، بس یہی مجدد وقت علیہ الرحمہ کا سیاستِ وقت کے متعلق اصل مسلک ہے، کہ

"مسلمانون کو نہ انگریزون کی بغل مین گھسنا چاہئے، نہ ہندوون کی"

اور اسی لئے حضرت کانگرس کی شرکت کے شدت سے مخالف ہین، اور ایک فتوے مین شرح سیر کبیر کی عبارت نقل کرکے فرماتے ہین، کہ

"کفار کے ساتھ ایسے معاملات مین شرکت کی شرط یہ ہے کہ وہ ہمارے تابع ہون، اور اگر وہ ہمارے تابع نہ ہون خواہ متبوع ہون، یا دونون برابر ہون، تو شرکت جائز نہین جس کی وجہ بھی اسی (مذکورۂ بالا) روایت ہی مین مذکور ہے، کہ شرکت مین اندیشہ یہ ہے کہ جب مجموعی قوت سے اُن کا مقابل مغلوب ہو جائے، پھر وہ اپنی قوت سے مسلمانون کو مغلوب کر سکتے ہین،....

اب اگر مسلمان اسی غیر مسلم طالب آزادی جماعت (کانگریس) کے ساتھ شریک ہو جائین، تو یقینًا وہ مسلمانون کے تابع نہین ہین، بلکہ یا تو متبوع ہونگے، اور مسلمان اُن کے تابع، اور یہی غالب بھی ہے، اور یا دونون برابر ہونگے، تو گو یہ احتمال بہت ضعیف ہے، لیکن اگر ایسا ہو بھی تب بھی جوازِ شرکت کی جو شرط تھی، کہ مسلمان متبوع ہون، وہ مفقود ہے، اس لئے جواز بھی مفقود ہے، اور جو وجہ عدم جوازِ شرکت کی روایت مذکورہ مین بیان کی گئی ہے، کہ مسلمانون سے کام نکال کر پھر خود مسلمانون پر غالب آنے کی کوشش کرین، یہان اس کا خطرہ یقینی ہے،" (اشرف السوانح حصہ سوم ص ۲۰۲)

پھر کانگریس یا ہندوؤن کے ساتھ تعاون و شرکت کی قوت سے انگریزون کے نکل جانے کے بعد سوال ہے، کہ کیا صورت ہوگی؟ دو ہی صورتین ہین، یا تو ہندوؤن کا کامل تسلط ہو یا غلبہ یہ ہے کہ مسلمانون اور غیر مسلمون ہندوؤن وغیرہ کی مرکب حکومت بنے، اس کی نسبت اصول و مسلہ

کی رو سے ارشاد ہے کہ یا تو کفار کی جگہ کفار مسلط ہوں یا مرکب کا فرد مسلم تو مجموعہ تابع احسن کے ہوتا ہے کیونکہ اس صورت میں غایت ہی مفقود ہے، اور وہ اخلاء الارض عن الفساد ہے، اور قاعدہ ہے کہ الشئ اذا خلا عن الغایۃ انتفی۔" (اشرف السوانح سوم ص ۱۷۰)

راقم الحروف کے نزدیک حضرت علیہ الرحمۃ کی اس تنقیح بالا کے تحت سب سے زیادہ قابل توجہ مسلم لیگ کا **دو قومی** نظریہ و دعویٰ ہے، اصطلاحی مناقشوں یا عالمانہ و فلسفیانہ موشگافیوں سے قطع نظر کر کے دیکھا جائے، تو مومن و مسلم اور کافر و مشرک اگر دو قومیں نہیں تو پھر دنیا میں کون اور کہاں دو قومیں ہوں گی، شرک و توحید یا کفر و اسلام سے بڑھکر اور کونسی دو چیزیں دو انسانوں کو جدا کر کے اُن کے ظاہر و باطن اعمال و عقائد میں تخالف و تضاد پیدا کر سکتی ہیں، کیا دو دشمن مسلمان بھی اپنی نظر و فکر، بود و ماند اخلاق و عادات، معاشرت و معاملات میں وہ بعد المشرقین محسوس کر سکتے ہیں، جو ایک کافر اور ایک مسلمان ایک ہی گھر میں رہنے والے دو سگے بھائی محسوس کریں گے؟![1]

لہذا کسی وقتی مصلحت کے تحت کسی وقتی مقصد کے حصول کے لئے کسی خاص عمل و معاملہ کی حد تک وقتی اتحاد وہ بھی بصورت معاہدہ یہ تو جائز بلکہ کسی وقت واجب بھی ہو سکتا ہے لیکن وحدت قومی (نیشنلزم) کے تصور کے ساتھ مسلمانوں کا کانگریس یا کسی ایسی جماعت کے ساتھ کوئی مستقل و حقیقی اتحاد و ادغام جس میں اکثریت و غلبہ یا مساوات کا درجہ بھی کفار و مشرکین کو حاصل ہو، اور مسلمانوں کو مغلوب و تابع یا کفار و مشرکین کی مساوات کے ساتھ رہنا پڑے تو یہ دنیا میں نہ صرف اُن کی دینی وحدت اور اُن کے دینی مقام امامت و متبوعیت کے قطعاً منافی ہوگا، بلکہ نفس اُن کے دین کے لئے مہلک ہوگا، خصوصاً موجودہ مسلمانوں کا دینی انتشار و اضمحلال جس درجہ کو پہنچ گیا ہے، اس میں تو خدانخواستہ اگر یہ کانگریس میں مدغم ہو جائیں، تو اُن پر ہندوؤں کی صورت و سیرت کا رنگ اس سے زیادہ سرعت و شدت کے ساتھ چڑھے گا، جتنا انگریزوں

[1] جزاہ اللہ اس پیراگراف میں مولف سلمہ نے حضرت کی تعلیمات کا عطر کھینچ کر رکھدیا ہے (عبد الماجد)

کا چڑھا اور یہ نری قیاسی بات نہیں، بلکہ ۱۹۳۷ء کی کانگرسی حکومت کے چند روزہ ہی دور میں عوام و خواص، تعلیم یافتہ و ناتعلیم یافتہ ہر طبقہ کے مسلمانوں میں ایسی مسخ شدہ صورتیں اور مثالیں مشاہدہ میں آئیں، کہ خدا گواہ ہے، رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے، کہ یا اللہ ان مسلمانوں کو آخر کیا ہو گیا ہے، کہ اپنی صورت تک کو تنا ذلیل سمجھتے ہیں، کہ انگریزوں کی حکومت آئی، تو اُن کی صورت بنالی، اور اب چار دن سے ہندوؤں کا برائے نام کچھ حکومت میں دخل و غلبہ ہوا، تو اُن کی شکل بنانے لگے!! اور وہ بڑا ناداں اور انسان کی معمولی نفسیات سے بھی جاہل ہے، جو یہ خیال کرتا ہے کہ صورت، سیرت پر موثر نہیں ہوتی، یا ظاہر باطن کا آئینہ نہیں ہوتا، ایسی حالت میں مسلم لیگ سے مسلمانوں کے لپٹے رہنے میں کم از کم اتنا نفع تو یقینی ہے کہ اب نہ رخصت ہونے والے انگریزوں کی صورت بنانے کی ترغیب ہوگی، اور نہ کانگریس یا ہندوؤں کے مقابلہ و رقابت کی وجہ سے ہندوؤں کی صورت بنا دیں گے، کفار و مشرکین سے کسی بہانے بھی طبیعت کا بعد دین کا ایک بڑا وقایہ و محافظ ہے: ایسے ہی جیسے بُری صحبت سے بعد، اور ایمان کے لئے کفر و شرک سے بڑھکر بُری صحبت کونسی ہو سکتی ہے،

بہرحال اسی قسم کے اسباب و وجوہ کی بنا پر حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے کانگریس سے قطعی بیزاری اور بدرجہ تنزل و بامید اصلاح لیگ میں شرکت کا مسلمانوں کو بطور اھون البلیتین شرح صدر کے ساتھ فتویٰ دیا،

"اس میں تو کوئی شک نہیں کہ فضاء حاضر میں مسلمانوں کو شدید استحکام کے ساتھ منظم ہونے کی سخت ضرورت ہے، اور اُن کے تمام منافع و مصالح کی حفاظت اور تمام مضار و مفاسد سے صیانت اس تنظیم پر موقوف ہے، مگر اس کے ساتھ ہی ہر مسلمان پر یہ بھی واجب التسلیم و العمل ہے کہ وہ تنظیم حسب قدرت بالکل احکام شرعیہ کے موافق ہو، سو اگر اس وقت ملک میں اس صفت کی کوئی منظم جماعت موجود ہوتی یا اس کا ہونا متوقع قریب ہوتا تو جواب

واضح تھا، لیکن موجودہ حالت مین افسوس اور نہایت افسوس ہے، کہ ایسی جماعت کا نہ تحقق ہی نہ قریب توقع، اس لئے بجز اس کے چارہ نہین، کہ موجودہ جماعتون ہی مین سے کسی مین داخل ہون، اور اس مین قواعد شرعیہ کی رُو سے جو نقص ہو، اس کی اصلاح کرین، اور اگر ان مین ایک کی اصلاح آسان ہو، اور دوسری کی دشوار تو بقاعدہ عقلیہ و نقلیہ "من ابتلی ببلیتین فلیختر اھونھما" اس مین داخل ہو جائین جس کی اصلاح آسان ہو، ...... مسلم لیگ خالص[1] کلمہ گویون کی جماعت ہے، اور کانگرس مین عنصر غالب غیر مسلمون کا ہے، اور جو شخص اسلام کو حق جانتا ہو اس کو شریعت کے قریب لانا بہ نسبت اُس شخص کے جو اسلام کو حق نہیں جانتا، ظاہر ہے، کہ سہل ہے، ....

...... پس اس اصل کی بناء پر شرح صدر کے ساتھ میری یہ رائے قائم ہوتی ہے، کہ مسلمانون کو اطمینان و توکل کے ساتھ مسلم لیگ مین داخل ہو جانا چاہئے، پھر ان مین جو اہلِ قوت و اہلِ اثر ہین اُن کو اپنی قوت و اثر سے اُس کی اصلاح کی کوشش کرنا چاہئے، "اور جو اہلِ قوت نہین وہ اہلِ قوت کو وقتاً فوقتاً یاد دہانی کر کے تقاضے کے ساتھ اصلاح مطلوب کی درخواست کرتے رہین"

یہ تو خلاصہ ہوا اپنے انتظام کا، باقی دوسرون کے ساتھ معاملہ تو اس انتظام کے بعد اگر کانگرس مسلم لیگ سے صلح کی طرف مائل ہو تو حسب ارشاد "وان جنحوا للسلم فاجنح لھا" اس سے اصول شرعیہ کے موافق تیقظ و تدبر کے ساتھ اہل تجربہ و اہل علم و اہلِ فہم کے مشورے سے صلح رکھین، مگر اپنی تنظیم کو اس وقت بھی قوت و استقلال کے ساتھ قائم رکھین،

---

[1] اور ان کا متقی نہ ہونا ...... مانع نصرت نہین ہو سکتا، اس کی متفق علیہ ...... نظیر ترکی سلطنت ہے، کہ وہ بھی متقی نہ تھے، مگر صرف اس بناء پر کہ مخالفین اسلام کی مدافعت کرتے تھے، تمام اہل حق علماء و مشائخ نے (جن مین ہمارے اکابر بھی ہین بلکہ پیش پیش رہے ہین) ہر موقعہ پر اُن کی نصرت کو دینی فریضہ سمجھا،

اس کو کمزور نہ ہونے دین، اور نہ کانگریس مین مدغم کرین، کہ شرع و تجربہ دونون کے اعتبار سے نہایت مضر ہے،

اور اگر بالفرض مسلم لیگ کی اصلاح سے قبل یا بعد اور کوئی جماعت مسلمہ منظمہ صاحبِ قوت و اثر تیار ہو جائے، تو اس صورت مین مسلم لیگ اور وہ دونون اتحاد و اشتراک کے ساتھ کام کرین، تاکہ مسلمانون مین افتراق و تشتت نہ ہو، اور ان سب حالات مین قولاً و فعلاً و الاً و تقریراً و تحریراً موافق و مخالف ہر ایک کے ساتھ اخلاق اسلامی کو اپنا شعار رکھین، جیسا کہ ارشاد ہے، قل لعبادی یقولوا التی ھی احسن وغیرھا من الآیات،

خلاصہ دستور العمل یہ ہے کہ از خود نہ کسی سے آویزش کی ضرورت اور نہ آمیزش کی، رضائے حق کو مطمحِ نظر رکھ کر اپنے کام مین لگے رہین، اور اس کی شرط یہ ہے کہ ہر کام مین اس کا پورا لحاظ رکھین کہ کوئی امر خلاف شرع نہ ہونے پائے، یہی حیات مسلم کا اصل الاصول ہے، اور اس استقلال و استقامت کے ساتھ ہی دعا و ابتہال کو اصل وظیفہ و تدبیر سمجھین، اور پھر نصرتِ حق کے منتظر رہین"

حزم و احتیاط تو حضرت مجدد وقت علیہ الرحمۃ کا خاص حصہ تھا، اس لئے اس فتوی کے آخر مین ایک نوٹ کا بھی اضافہ فرما دیا گیا ہے، کہ

یہ جواب مسلم لیگ کی موجودہ حالت پر ہے، اگر خدا نخواستہ حالات بدل جائین، تو حکم بھی بدل جائیگا،

(افادات اشرفیہ مرتبہ مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی ص ۱ تا ص ۵ ،)

موجودہ حالات مین بھی ان شریک ہونے والون کا کام مسلم لیگ کے لئے صرف الکشن لڑنا لڑانا، جلسے کرنا، جلوس نکالنا، نعرے لگانا نہین، بلکہ اہلِ قوت و اہلِ اثر وغیر اہلِ قوت وغیر اہلِ اثر غرض ہر طبقہ کے شریک ہونے والون کا اصل و مقدم کام یہ ہے کہ دینی نقطۂ نظر سے لیگ کی اصلاح مین لگے رہین، اس کی اہمیت کی بنا پر اس فتوے کے ایک اور ضمیمہ مین تاکید فرمائی گئی کہ

"جس جماعت مین داخل ہون اس کی اصلاح کی کوشش کرین، اور اس مین منکر پر نکیر کرنا بھی آگیا، (یعنی خلاف دین باتون پر روک ٹوک کرنا) اصلاح اس تفصیل سے کیجائے کہ اہل قوت اپنی قوت سے اور غیر اہل قوت اُن اہل قوت کو آمادہ کرنے سے اور علماء سے علمی و عملی امداد حاصل کرنے سے کام لین، (افاداتِ اشرفیہ ص ۷۰)

اس لئے خوب سمجھنا چاہئے کہ جو لوگ حضرت علیہ الرحمۃ کے خادمون یا غیر خادمون مین حضرت کے فتوی اور حضرت کا نام لے کر لیگ مین شرکت فرماتے ہین، اور پھر اپنی استطاعت بھر اس کی دینی اصلاح کا حق نہین ادا فرماتے، نہ اس کی خلاف شریعت باتون پر روک ٹوک فرماتے ہین، تو اُن کی شرکت کچھ ویسی ہی طفلانہ اور نادانی کی ہے، جیسے بعض بچون کو دیکھا کہ روزہ تو نہین رکھتے، مگر سحر کے وقت کھڑ بڑا کر اُٹھ بیٹھتے ہین اور سب سے پہلے کھا لینا چاہتے ہین، دینی نقطۂ نظر سے لیگ مین ایسی شرکت دراصل بے روزہ کا سحر و افطار ہے!!

اسی ضمیمہ مین حضرت نے اسی غایت حزم و احتیاط سے مسلم لیگ کے ساتھ تعاون کی ایک شرط اور لگائی ہے، کہ

"یہ شرط ضرور ہے کہ اس تعاون مین جو اختلاط ہو، وہ دین کے لئے مضر نہ ہو، اور اُس کی اسلم صورت یہ ہے کہ عوام الناس ایسے لوگون سے مذہبی گفتگو نہ کرین، نہ بین یہ کام علماء پر چھوڑ دین"

جس کی صورت یہی ہے کہ لیگ کے ایسے لیڈر جو دین کے عالم و محقق نہین، وہ اپنے جلسون وغیرہ مین عوام کے اوپر کسی مسئلہ و معاملہ پر دینی اعتبار سے ہرگز کوئی گفتگو نہ فرمائین، مگر اس کی احتیاط کون کرتا ہے، بلکہ آج کل کے لیڈرون کا تو یہ بڑا مرض ہے، کہ وہ قرآن و حدیث کا انگریزی اردو کچھ الٹا سیدھا ترجمہ پڑھکر دین کے محقق و مفتی بن جاتے ہین، اور بے باکانہ اپنی تحریرون اور تقریرون مین قرآن

حدیث کو پیش کرتے، اور اُن سے مجتہدانہ استنباط فرماتے ہین، جس کی بدولت خود ان کے اور اُن کی تحریرون اور تقریرون کے پڑھنے سننے والے عوام الناس کے ہاتھون مین دین جس طرح بازیچۂ اطفال اور اتباع ہوا اعجاب کل ذی راے برایۂ کا آلہ بن گیا ہے، وہ دین کے حق مین ایک بڑا مہلک فتنہ ہے، جو قومیات و سیاسیاتِ حاضرہ کی راہ سے داخل ہو گیا ہے،

اور اگر حضرت مجدد وقت علیہ الرحمہ کی ہدایت کے مطابق اس فتنہ کا اس طرح سد باب نہ کیا گیا، کہ خالص قومی و سیاسی لیڈر خود دین کے مفتی بننے کے بجائے اس کام کو علماء محققین اور اُن کے مشورے کے تابع کر دین تو مسلمانون کے رہے سہے دین کا بھی خدا ہی حافظ ہے، اس لئے لیگ مین شرکت فرمانے والے حضرات علماء کا دینی فریضہ ہے، کہ خود اکابر و اصاغر لیگ کی دینی اصلاح سے بھی پہلے اسی فتنہ کو آگے بڑھنے سے روکین،

حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے مذکورۂ بالا ضمنی ہدایت پر قناعت نہین فرمائی، بلکہ بعض شبہات کے دور فرمانے کے سلسلے مین اس کی پوری محققانہ و مجتہدانہ تفصیل فرمائی ہے، جو مختصراً عرض ہے،

"سیاسیات کے دو حصے ہین، ایک ان کے احکام شرعیہ، یہ شریعت کا جزء ہے، اور کوئی عالم اس سے ناواقف نہین، چنانچہ ابوابِ فقہ مین کتاب السیر ایک مستقل و مبسوط جزء ہے، جس کی درس و تدریس پر دوام و التزام ہے، اور دوسرا حصہ سیاسیات کی تدابیر تجربیہ ہین، جو ہر زمانہ مین حالات و واقعات اور آلات وغیرہ کے تغیر و تبدل سے بدلتی رہتی ہین، یہ حصہ شریعت کا نہ جزء ہے، اور نہ علماء کا اس مین ماہر ہونا ضروری ہے،

لیکن اس حصہ کے شریعت کے جزء نہ ہونے کے یہ معنی نہین، کہ یہ شریعت سے مستغنی ہو، اور اس کے استعمال کرنے والون کو علماء شریعت کی طرف رجوع کرنے کی حاجت نہین، کوئی واقعہ کوئی عمل، کوئی تجویز، اور کوئی راے دنیا مین ایسی نہین، کہ جس کے جواز و عدم جواز کو

شریعت سے تحقیق کرنے کی ضرورت نہ ہو، گو وہ شریعت کا جزو نہ ہو، تو جزو نہ ہونے سے تابع نہ ہونا لازم نہیں آتا، جیسے فن طب مین سیاست بدنیہ یعنی اصلاح احوال بدن کی تدابیر مدون کی گئی ہین، تو علمائے شرائع کا نہ ان تدابیر مین ماہر ہونا لازم ہے، اور نہ یہ عدم مہارت اُن کے حق مین نقص ہے، البتہ ان تدابیر کے جواز و عدم جواز کی تحقیق اُن کا فرضِ منصبی ہے، (مثلاً یہ کہ فلان مرض کی فلان دوا یا تدبیر کا استعمال شرعاً جائز ہے یا ناجائز)

اسی طرح سیاسات مدنیہ یعنی نظام ملکی کے ساتھ معاملہ کرنا لازم ہے، اور طریق عمل مین دونون جماعتون کے فرائض کو اس طرح جمع کیا جائے، کہ پہلی جماعت سے تدابیر کی تحقیق کرین، اور دوسری سے احکام شرعیہ کی، اسی طرح جہان نظام مذکور فرض ہو جائے تو دوسری جماعت بھی پہلی جماعت سے تدابیر دریافت کرے، اور بغیر جواز شرعی اُن پر عمل کرے، اور پہلی جماعت دوسری سے ان تدابیر کے شرعی جواز و عدم جواز کی تحقیق کر کے ثبوتِ جواز کے بعد عمل کرے،

البتہ اگر کسی وقت کوئی جماعت اہلِ سیاست کی ایسی نہ ہو، کہ علماء سے احکام پوچھکر عمل کرے، جیسا کہ اس وقت غالب ہے، تو اس وقت علماء ایسی جماعت کے پیدا ہونے کے منتظر نہ ہین، ورنہ محبان دنیا دینی مقاصد کو تباہ کر دین گے، بلکہ وہ خود اپنے مین سے ایسی جماعت بنائین، جو علماً و عملاً سیاست و شریعت کی جامع ہو، اور یہ حکم کچھ سیاست مدنیہ کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ سیاست بدنیہ، بلکہ تجارت و زراعت وغیرہ جتنے فرائض کفایہ ہین سب کا یہی حکم ہے،

حضرت مجدد وقت کی سیاسی تجویز کی رو سے اس وقت یہ جماعت جمعیۃ العلماء ہی کی ہو سکتی تھی، بشرطیکہ وہ اپنے کو کانگریس مین شریک اور عملاً مدغم نہ کر دیتی، جو حضرت علیہ الرحمۃ کے نزدیک بصورت موجودہ

کسی طرح جائز نہین، اور جس کی اس درجہ مین دراصل کوئی ناگزیر صورت بھی نہ تھی، کہ اس کے ارکان و اکابر کانگرس مین کوئی عہدہ قبول فرماتے، یا اُس کے سیاسی پروگرام کی طابق النعل بالنعل اتباع کرتے، اس لئے کہ کانگرس، قومیت کا زبان سے خواہ کتنا ہی دعوی کرے لیکن عملاً وہ ایک ہندو جماعت ہے اور ہندو ہی رہے گی، اور اس لئے جمعیۃ کی طرح اس مین شرکت کرنے والی علماء کی کسی جماعت کے متعلق (اس کی احتیاط کے باوجود) آسانی سے باور کیا، اور کرایا جا سکتا ہے، خصوصاً عام مسلمانون کو کہ وہ جماعت عام مسلمانون کے خلاف ہندوؤن کے ساتھ شریک اور اُن کا آلہ کار بن گئی ہے،

ایسے مواقع تہمت سے دور رہنے کی مصلحت سے بھی، اور اصولاً بھی جمعیۃ العلماء کا اصل مقام کانگرس اور موجودہ لیگ (جب تک کہ وہ اپنی سیاسی تدبیرین شرعی جواز و عدم جواز کے تابع نہ ہو جائے) دونون سے بلند و جدا رہنے ہی کا تھا، البتہ لیگ بہر حال بُرے بھلے کلمہ گو مسلمانون کی جماعت ہے اس لئے اس کی دینی اعتبار سے اصلاح کی طرف دلسوزی کے ساتھ ہر ممکن طریق و تدبیر سے زیادہ توجہ فرمانا چاہئے تھا، تو عام مسلمان بھی قدرۃً یہی محسوس کرتے، کہ جمعیۃ العلماء مسلمانون یا مسلم لیگ کی مخالف نہین ہے، بلکہ خیر خواہ اس کی دینی اصلاح کی ساعی ہے،

گو راقم ہذا کے چھوٹے مُنہ کے لئے یہ بڑی بات ہے، تاہم ایک قلبی تقاضے کی بات ہے، اس لئے عرض ہے، کہ کاش اب بھی جمعیۃ العلماء کے اکابر اس پر غور فرمائین، خصوصاً جب کہ بظاہر اب ہندوستان کی آزادی اور انگریزون سے کچھ دیر یا سویر گلو خلاصی یقینی نظر آ رہی ہے، تو جمعیۃ کی شرکت و عدم شرکت یا تائید و عدم تائید سے کوئی معتد بہ فرق اس مین قطعاً واقع نہین ہو سکتا، اور جمعیۃ کا اصل مقصد کانگرس کا ساتھ دینے سے انگریزون سے نجات ہی حاصل کرنا ہو سکتا تھا،

نیز اس صورت مین حضرت مجدد علیہ الرحمہ سے نسبت یا عقیدت کا دعوی رکھنے والے علماء کا بھی فرض ہوگا، کہ وہ حضرت کی اس مذکورہ بالا مجددانہ ہدایت و ارشاد کے بموجب جمعیۃ العلماء مین شامل

ہو جائین[1]، کہ اگر کسی وقت کوئی جماعت اہلِ سیاست کی ایسی نہ ہو کہ علما رسے احکام پوچھکر عمل کرے جیسا اس وقت غالب ہے ...... تو علمار خود اپنے مین ایسی جماعت بنائین، اس لئے کہ لیگ بہر حال نہ اس وقت ایسی جماعت ہے، اور نہ مستقبل قریب مین ہونے کی توقع ہے، **جو علما سے احکامِ شریعت پوچھ پوچھکر عمل کرے،**

باقی اگر لیگ آج ہی ہمت باندھ کر ایسی جماعت بنجائے تو پھر علمار کو سرے سے ایسی سیاسی جماعت بنانے کی ضرورت نہین، اور اس باب مین اُن کا فرض منصبی صرف یہ رہ جائے گا، کہ لیگ کی پیش کردہ سیاسی تدابیر کے جواز و عدم جواز کی تحقیق فرمادیا کرین، اور اپنا اصل وقت **نیابتِ نبوت** کے اصل فرضِ منصبی یعنی مسلمانون اور غیر مسلمانون کی دینی اصلاح و تبلیغ مین صرف فرمائین، اس فرض مین غفلت و کوتاہی نہ ہوئی ہوتی، تو آج اگر جمعیۃ العلمار کسی عارضی و وقتی مصلحت کی بنا پر بالکلیہ بھی کانگرس اور ہندوؤن کے ساتھ شریک ہو جاتی، تو عام مسلمانون کو ہرگز کسی بے اعتمادی و بدظنی کا موقع نہ ہوتا، اور نہ وہ اس طرح علمار کا دامن چھوڑ بھاگتے،

حضرت کے کسی عزیز نے بھی کچھ ایسی ہی باتین تحریر کی تھین جن کی توثیق فرما کر لفظ بہ لفظ حضرت نے اپنے اسی مضمون بالا مین نقل فرمایا ہے، جس کا ماحصل یہ ہے کہ اس وقت کے حالات کے لحاظ سے علمار کا سیاسی جماعت سے علٰحدہ رہنا اولیٰ ہے، کیونکہ اس وقت

"عام سیاسی لیڈر ملکی مصالح کو دین پر مقدم رکھتے ہین، اور مصلحت و مذہب مین تعارض ہوتا ہے، تو مذہب مین بعید سے بعید تاویل کرنے مین دریغ نہین کرتے، چنانچہ سیاست مین شریک ہونے والے) علمار بھی اس مین مبتلا ہوتے ہین، اور ان کی تاویل چونکہ بہ رنگ دین

---

[1] لیکن جمعیۃ علمائے اسلام کلکتہ حضرت رہ کے اجل خلفار و رفقا کے ساتھ انہی مقاصد کو لے کر تو وجود مین آچکی ہے؟
(عبد الماجد)

ہوتی ہے، اس لئے وہ عام مسلمانون کو زیادہ غلطی مین مبتلا کرتی ہے، لہذا اس وقت طریق کار مفید یہ ہو سکتا ہے، کہ سیاسی جماعت علٰحدہ ہو، اور مذہبی علٰحدہ اور مذہبی جماعت اپنا تبلیغ کا اصل کام اس طرح انجام دے کہ مسلمانون کی سیاسی جماعت کی نگرانی کرے، کہ وہ شریعت کے خلاف عمل نہ کر بیٹھے،

اور چونکہ موجودہ زمانہ مین سیاسی جماعت مذہبی جماعت سے پوچھکر عمل کرنے کی عادی نہین اس لئے علمار کے ذمہ تھا، کہ خود اُس جماعت کے پاس پہنچتے، اور احسن طریق سے تبلیغ کرتے مگر افسوس کہ علمار مسلمانون کی مخالف جماعت مین داخل ہو کر مسلم جماعت کے لیڈرون کا مقابلہ کرتے ہین، جس سے ان لیڈرون کو بھی علمار کے مقابلہ کی جرأت ہو گئی، اگر علمار اپنا اصل کام تبلیغ ہی رکھتے، جو اصل سیاست تھی، کہ مسلمانون کو سچا مسلمان بنا دیا جائے تو آج جس وقار و عظمت کے کھونے کی علمار شکایت فرماتے ہیں، اس میں چار چاند لگ جاتے اور تبلیغ دین کا ثواب آخرت مزید بران، ...... موجودہ طرز مین لیڈرون کو مقابلہ کا موقع دینے سے علمار کی عظمت و وقعت مسلمانون کے دلون سے نکلی جا رہی ہے، جو مسلمانون کے دین کو ہمیشہ کے لئے مضر ہو رہی ہے، بخلاف اس کے اگر یہ حضرات تبلیغ فرما کر لیڈرون کو سنبھالتے، تو اس طرز مین شرعی طریقہ پر ہندوستان مین مسلمانون کے حقوق کی محافظت بھی ہوتی، اور علمار کی عظمت بھی بڑھتی، (افاداتِ اشرفیہ ص ۹۴)

خود حضرت علیہ الرحمہ کو آخر وقت تک اصلی فکر لیگ اور اکابر لیگ کو دین کی تبلیغ اور دینی اصلاح ہی کی رہی، وفات سے تین مہینے قبل لیگ کی طرف سے ایک دعوت نامہ کے جواب مین خود تشریف لے جانے کی معذوری کے ساتھ تحریر فرمایا کہ

"ہمی دو کتابون کا پتہ دیتا ہون جو انشاء اللہ قیامت تک آنے والی نسلون کے لئے پیام عمل ہے،

ایک حیاۃ المسلمین شخصی اصلاح کے لئے اور دوسری صیانۃ المسلمین جمہوری نظام کے لئے ان کے مضامین اپنے موضوع مین رنگین نہین لیکن سنگین ہین وہی فرق ہے جو ذوق و غالب کے اشعار مین، ورنہ بدون عمل یہ سب کوشش اس کا مصداق ہوگی، کہ نشستند و گفتند و برخاستند...... اگر یہان مل گئین، تو دونون کتابین ہدیۃً روانہ کرون گا، ورنہ دہلی مین تلاش کی جائین، پھر حیوۃ المسلمین مل گئی اور روانہ بھی فرمادی،

گویہ بالکل واضح ہے کہ حضرت کا آخر وقت تک رجحان (خواہ بطور راہون البلیتین) رہا لیگ ہی کی جانب لیکن مندرجۂ بالا فتوے مین حضرت نے جو بنظر احتیاط یہ قید بڑھادی تھی، کہ یہ جواب مسلم لیگ کی موجودہ حالت پر ہے، اگر خدا نخواستہ حالت بدل جائے، تو حکم بھی بدل جائے گا"

اسی احتیاط نے اب لیگ کے عملِ اقدام (ڈائرکٹ ایکشن) کی تجویز اور کلکتہ وغیرہ کی خانہ جنگی مین ہزارون بے گناہ مسلمانون کی خونریزی کے واقعات کے بعد ایک پیشینگوئی کی صورت اختیار کرلی ہے؛ اس لئے کہ اویہ اچھی طرح معلوم ہوچکا ہے، کہ اسلامی باقاعدہ جہاد و قتال کے تمام شرائط جب تک جمع نہ ہون، اُس وقت حضرت علیہ الرحمۃ کے نزدیک اس طرح کی خونریزی کو دعوت دینا تو درکنار، صریح مظلومیت کی حالت مین بھی صبر کے سوا جیل جانے تک کے مروجہ طریقے قطعاً ناجائز اور خودکشی کے مرادف ہین، ایسی صورت مین لیگ سے تو امید نہ تھی، کہ وہ حضرت کے حکم وارشاد سے اپنی اس تجویز کو بدلتی، البتہ حضرت ہی شرکت لیگ کی تائید و ترجیح کے فتوے کو غالباً عدم جواز سے بدل دیتے، لہذا حضرت کے مسلک یا خود حضرت سے عقیدت رکھنے والے علماء جو لیگ مین شریک ہین ان کو اس کی طرف پہلے پوری قوت سے لیگ کو توجہ دلاکر پھر خود اپنے تعلق کا فیصلہ فرمانا چاہیے[1]،

---

[1] اس مضمون کی اشاعت سے پہلے لیگ نے بھی عارضی حکومت مین شرکت قبول کرلی ہے، اس لئے سردست اس "عمل اقدام" کی باقاعدہ تجویز کو تو عمل مین لانے کی غالباً ضرورت نہ ہوگی، لیکن بے قاعدہ نواکھالی وغیرہ مین جو کچھ ہوچکا ہے اس کی روک تھام سب کامون پر مقدم ہے، اور آیندہ کے لئے اس کے سدباب کی تدابیر اختیار کرنا ضروری ہے، (عبدالماجد)

فتوی مین اس مذکورۂ بالا احتیاط کے علاوہ لیگ کے اجلاس پٹنہ ([illegible]) کے موقع پر حضرت نے ایک خاص وفد کی معرفت لیگ کو جو پیام روانہ فرمایا تھا کہ "مایوس ہونے تک اپنی طرف سے ان دونون دعوتون کو یعنی عامۂ مسلمین کو لیگ کی طرف اور لیگ کو احکامِ دین کی طرف ترک نہ کیا جائیگا"؛ اس کا منشا یہی تھا، کہ لیگ کی سعی تو پوری اور ہر طرح کی جائے، لیکن آخر ہر سعی کی ایک حد ہوتی ہے، اور مایوسی کے بعد لازماً کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے،

اس پیام مین حضرت علیہ الرحمۃ نے عام احکامِ دین کے ساتھ دو باتون کے تقدم و اہتمام پر خصوصیت سے متوجہ فرمایا تھا، ایک نماز دوسرے اسلامی وضع و ہیئت و لباس" مگر اس آٹھ سال کے طویل عرصہ مین لیگ نے ان دو باتون کی طرف بھی اصولاً یا عملاً اتنی توجہ تک نہین کی گرانی جتنی کانگرس مین کھدر پوشی کی طرف ہے، ایسی حالت مین سیاسی تدابیر وغیرہ مین عام احکامِ دین کی اتباع کی کب اور کیا امید ہوسکتی ہے، تاہم احقر کے نزدیک حضرت علیہ الرحمہ کے مسلکِ احتیاط کا تقاضا ہے، کہ علماء اور غیر علماء دونون مین جو حضرات دین کی اہمیت کا ادراک رکھتے ہین، اور ساتھ ہی کچھ قوت و اثر رکھتے ہین، وہ اپنی پوری طاقت سے لیگ کو اس پر کم از کم ایک دفعہ اتمامِ حجت کے لئے متنبہ فرماکر اور کم و بیش ایک سال کی کوئی مقررہ مدت اس سے طے فرماکر ایک موقع اور دین، اور اس مدت مین اگر ان دو باتون پر بھی کوئی معتدبہ عمل نہ ہو، تو پھر حضرت سے عقیدت و نسبت کا دعوی رکھنے والون کو ضرور سوچنا چاہیے، کہ کیا مایوسی کے لئے حضرت کی مراد کوئی نامتناہی مدت تھی،

اس سلسلہ مین حضرت مجدد نے اس غلط فہمی کو پھر دور فرمایا، کہ دین کے علماء کا سیاست کی تدابیر و تجربات مین ماہر ہونا نہ لازم ہے، نہ کوئی نقص، جب خود حضرات انبیاء علیہم السلام کا سلاطین ہونا نہ ضروری ہے، نہ اُن کے کمالات دین و نبوت مین، اس سے کوئی کمی واقع ہوتی ہے، تو پھر علمائے دین کا کیا ذکر، فرماتے ہین کہ

"ہر چند کہ یہ بدیہی و جلی ہے، اور خفی بھی ہوتا، تب بھی طبعی مثال سے تنبہ کے بعد جلی ہو گیا، اگر تبرعاً بعض آیات سے زیادہ منور کئے دیتا ہوں، سورۂ بقرہ کی آیات اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْ بَنِيْ اِسْرَآءِيْلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى الیٰ قوله فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ کے ترجمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ (حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد قوم جالوت کے ظالمانہ تسلط سے تنگ آکر) بنی اسرائیل نے اپنے ایک نبی سے عرض کیا کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیجئے، جس کے ساتھ ہم مل کر قوم جالوت سے جہاد کریں، انھوں نے فرمایا کہ اچھا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا، جو اس بات پر نص ہے، کہ بنی اسرائیل نے باوجود ان میں ایک نبی موجود ہونے کے ان سے یہ نہیں کہا کہ آپ ہمارے قائد بنجائیے، بلکہ ایک مستقل بادشاہ مقرر کرنے کی درخواست کی، سو اگر وہ نبی کافی سمجھے جاتے تو ایسی درخواست کیوں کی جاتی، یا اگر یہ درخواست غلط تھی، تو ان کے نبی یا پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر تنبیہ کیوں نہیں فرمائی، بلکہ درخواست کو بلانکیر قبول فرمالیا، اس سے صاف معلوم ہوا کہ خود ہر نبی کے لئے بھی سیاست میں تجربہ و مناسبت لازم نہیں تا بہ دیگران چہ رسد،

اگر یہ شبہہ ہو کہ بعض کے نزدیک طالوت بھی نبی تھے، تو ہمارا ادعا اس پر موقوف نہیں، بلکہ ایک نبی کے موجود ہونے پر ان سے یہ کام نہ لینا، اس ادعا کے ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ نبوت کے لئے کمال سیاست لازم نہیں، (اور نہ اس کمال کا عدم کوئی نقص ہے) اس کی وجہ یہ ہے کہ کمال اور نقص متناقض نہیں، بلکہ متضاد ہیں، کہ دونوں کا رفع اور درمیان میں واسطہ کا ہونا جائز ہے، چنانچہ بعثت عامہ کمال ہے، مگر اس کا عدم بھی نقص نہیں، ورنہ بجز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع انبیاء کا نقص لازم آئے گا، نعوذ باللہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود کمال جامعیت اور سیاست میں بھی ماہر ہونے غزوۂ احزاب میں خندق کی تدبیر

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے حاصل ہوئی، ..... قصۂ تابیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وَاَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْيَاكُمْ ایسے ہی تجربات پر محمول ہے، اور راز اس کا یہ ہے کہ ایسے تجارب و تدابیر بذات خود دنیوی امور ہیں، گو مباح ہوں کسی عارض سے دین ہو جاتے ہیں، اس لئے ان کا نہ جاننا کسی درجہ میں بھی کمال مقصود کے منافی نہیں"

(افادات ص ۹۳)

جماعت اسلامی کے حضرات بھی اس پر غور فرما سکتے ہیں، جو حکومت و سیاست پر اس طرح اور اتنا زور دیتے ہیں، کہ معلوم ہوتا ہے، کہ اس کے بغیر انفرادی یا اجتماعی طور پر مسلمان مسلمان رہ ہی نہیں سکتے، اور اس لئے سیاست کو مستقل دعوت کی صورت دیدی ہے،

بہر حال علماء کو یہ نہ خیال فرمانا چاہئے، کہ سیاسی تدابیر و تجربات کا علم و مہارت ان کے عالم دین ہونے کا کوئی لازمی جزء ہے، یا مروجہ سیاسیات کانگریس و لیگ وغیرہ کسی نہ کسی میں عملاً شریک ہونا ان کا ہر صورت میں دینی فریضہ ہے، بلکہ ان کا اصل دینی فریضہ مسلمان عوام و خواص سب کو صرف احکام دین پہنچا دینا ہے، البتہ مسلمان عوام و خواص سب کا یہ دینی فریضہ ہے، اور اسی میں ان کے لئے دین و دنیا کی فلاح ہے کہ وہ اپنی سیاسی یا غیر سیاسی زندگی میں کوئی قدم بھی دینی اعتبار سے علماء کے فتوے اور ان سے مشورے کے بغیر نہ اٹھائیں، اور علماء کو اپنے تابع بنانے کی کوشش نہ کریں، بلکہ مسائل دین میں خود کو بالکلیہ ان کے تابع رکھیں، نہ کہ الٹے ان کو اپنا تابع بنانے کی کوشش کریں، مسلمانوں کے نظام حیات کی صحت اور ان کی دینی و دنیوی صلاح و فلاح کے لئے یہ امر اس درجہ، حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی تجدید دین کا اہم جزء ہے، کہ مواعظ و ملفوظات میں بار بار اور طرح طرح اس پر تنبیہ و متوجہ فرمایا ہے، تواصی بالحق نام کے وعظ میں فرماتے ہیں کہ

"آج کل عوام کی یہ حالت ہے کہ علماء کو اول تو آگے کرتے نہیں، اور اگر کریں بھی تو اس طرح جیسے پہلوان کا بیل امام ہوتا ہے، کہ آگے تو وہ رہے، مگر پہلوان کے اشارہ پر چلتا رہے،"

اسی طرح علماء بھی جھنڈا لے کر آگے رہین، مگر کنکھیون سے مقتدیون کے اشارے کو دیکھتے رہین کہ ان کی مرضی کیا ہے، جیسے امام نماز مین بھولتا ہے، تو مقتدیون کو تاکتا ہے"

مطلب یہ کہ علماء اس زمانہ کی رفتار کے موافق سیاسی امور مین دخل بھی دین اور لیڈرون کی خوشامد بھی کرتے رہین، ان کی راے کا اتباع بھی کرتے رہین، کہ جہان ان کی زبان سے کوئی کلمہ نکلے، فوراً ہدایہ وغیرہ سے اس کا فتوی نکالدین، اور جب ان کی راے بدلے، تو ہدایہ ہی سے پھر اس کے خلاف بھی نکالدین، سو یاد رکھو، جو عالم حقانی ہوگا، وہ دین کے معاملے مین کسی کی رعایت ہرگز نہ کرے گا، اور نہ کسی کی موافقت و مخالفت کی پروا کرے گا، وہ خدا کی رضا کے سامنے تمام دنیا پر لات مارتے ہین، سارا عالم بھی اُن کے خلاف ہو جائے، تب بھی شریعت سے سرمو تجاوز نہ کرین گے، چاہے اس مین خود اُن کی عزت ہو یا ذلت"

غرض یہ اس طرح تنبیہ کے بعد آگے اصلاحی و تجدیدی مشورہ ہے کہ مسلمانون کی دین و دنیا کی خیر اسی مین ہے کہ علما کا اتباع کرین، البتہ وہ علماء واقعی علماء ہون،

صاحبو! اگر اپنی خیر چاہتے ہو تو علماء کا اتباع کرو ان کو متبوع بناؤ، تابع نہ بناؤ، ہان ان مین انتخاب کرلو، جو نااہل ہون، ان کا اتباع نہ کرو، کیونکہ محض کتابین پڑھ لینے سے آدمی عالم نہین ہو جاتا، علم دوسری ہی چیز ہے، جیسے طب کی کتابین پڑھ لینے سے ہر شخص طبیب نہین بن جاتا، بلکہ جس کو ملکۂ علاج حاصل ہو جائے، وہی طبیب ہوتا ہے، اسی طرح حدیث و قرآن و فقہ کی کتابین پڑھ لینے سے علم کی حقیقت حاصل نہین ہوتی، محض الفاظ یاد ہو جاتے ہین، حقیقت علم حاصل ہونے کے لئے کتابون کے سوا ایک اور چیز کی ضرورت ہے۔

نہ کتابون سے نہ کالج سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگون کی نظر سے پیدا

یعنی صحبت اہل اللہ کی بھی ضرورت ہے، جس سے آج کل کے اکثر علماء کورے ہین، الا ماشاء اللہ۔

یعنی وہی کہ طبیب محض کتابون سے نہین بلکہ کسی ماہر و تجربہ کار طبیب کے مطب مین بیٹھکر اور اس کی صحبت و تربیت سے طبیب بنتا ہے، اسی سلسلہ مین ایک اس غلط فہمی کی بھی اصلاح و ازالہ فرمایا گیا ہے، کہ علماء دنیا و سیاست کے معاملات کو نہین سمجھتے، اس لئے اُن کو ان معاملات مین دنیا دارون اور لیڈرون ہی کا اتباع کرنا چاہئے، ارشاد ہے کہ

"دنیا دارون کا یہ خیال کہ علماء کو دنیا کی خبر ہی نہین، اس کو ہم زیادہ جانتے ہین، اس لئے دنیوی معاملات و سیاسیات مین ہمارا اتباع کرنا چاہئے، مین کہتا ہون کہ ان معاملات مین علماء کس جزو کو نہین جانتے، آیا اُس جزو کو نہین جانتے، جو محض دنیا ہے، یعنی واقعات تو اُن کے واسطے فخر ہے، مولانا فرماتے ہین،

تا بدانی ہر کرا یزدان بخواند　　　از ہمہ کارِ جہان بیکار ماند

اور اگر یہ کہو کہ ان معاملات مین جو جزو دین کا ہے، یعنی ان واقعات کے احکام وہ علماء نہین جانتے، تو یہ بالکل غلط ہے، دوسرے اگر کپڑا بننا یا جوتا سینا نہین جانتا تو یہ اس کا نقص نہین، بلکہ فخر ہے، اس کا اصلی کام پیشون وغیرہ کے متعلق ملکی و سیاسی قوانین جاننا اور احکام دینا ہے۔[1]

اسی طرح علماء کو دنیا کے کام کرنا تو نہین آئے، لیکن احکام ہر کام کے معلوم ہین، تم اپنے معاملات کو اُن کے سامنے پیش کرو، پھر دیکھو وہ فتوی دیتے ہین یا نہین، بس جو علماء احکام کے جاننے والے اور بے غرض ہون، اُن کو مقتدا بناؤ، تابع نہ بناؤ،

صاحبو! سیاست کو بھی وہی لوگ زیادہ جانتے ہین، جن کو تم دنیا سے بے خبر اور تاریک خیال

---

[1] یہ اقتباسات سب تواصی بالحق سے ماخوذ ہین، کہین کہین اختصار یا توضیح کے مدنظر کچھ لفظی تغیر و تصرف کے ساتھ، از ص ۳۶ تا ۳۹،

کہتے ہو، کیونکہ وہ شریعت کو تم سے زیادہ جانتے ہین، اور شریعت نے سیاست کے اصول بھی سب سے بہتر بتلائے ہین؟

غرض کہ مسلمانون کے لئے دنیوی و سیاسی معاملات مین بھی خیر و فلاح کی صورت یہی ہے کہ وہ ان کے متعلق شریعت کے احکام کو بے غرض علماے حقانی سے معلوم کرتے، اور ان کا اتباع کرتے رہین،

لیکن اس بدقسمتی کو کیا کیجئے، کہ ایسے علماے حقانی رہ کتنے گئے ہین، اگر ایک طرف دنیادار مسلمانون یا سیاسی لیڈرون کو خوشامدی علماء یا بہلوان کے بیلون کی تلاش رہتی ہے، تو دوسری طرف ملتے بھی تو زیادہ ایسے ہی ہین، جن کی بدولت اسلام اور مسلمانون دونون کی رسوائی کے ایسے ایسے شرمناک واقعات پیش آتے رہتے ہین، کہ بس حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی زبان سے یہی کہنے کو جی چاہتا ہے، کہ آسمان کیون نہین پھٹ پڑتا اور زمین کیون نہین شق ہو جاتی !

آج کل کا ایک بالکل تازہ منظر ملاحظہ ہو، کہ یو پی کی کونسل مین زمینداری کے ختم کرنے کا قانون کانگرسی حکومت کی طرف سے پیش ہے، اور ہمارے ایک عالم ماشاء اللہ خود حکومت مین شریک ہین، اور ایک دوسرے عالم لیگ کی طرف سے مخالف صف مین تشریف فرما ہین، شریعت مین زمینداری (یعنی زمین خرید کر اس کو لگان پر اٹھانا) گناہ ہے، نہ حرام، بلکہ ایسے زمیندار یا مالک زمین سے بلا اس کی رضامندی کے اس حقوق ملکیت سلب کر لینا البتہ ناجائز ہوگا،

یہ دوسرے لیگی عالم مشاہیر علماے حقانی کے ایک بڑے مشہور گھرانے کے ہونہار چشم و چراغ ہین لیکن شریعت سے زیادہ لیگ کی اتباع مین حکومت کی تجویز کے مخالف ہین یعنی یہ نہین کہ جس چیز کو شریعت نے حلال و جائز ٹھہرایا ہے، اس کو ناجائز قرار دینے والون کی ہر حال مین غیر مشروط مخالفت کرین، بلکہ اس کے بجائے اس انتقام پر راضی ہین، کہ اچھا اگر زمینداری کو ختم کرتے ہو تو ہم تمھاری تائید کرین گے، مگر اس شرط سے کہ ساتھ ہی مہاجنی و سرمایہ داری کو بھی ختم کر دو!

اس علم و اقرار کے باوجود کہ زمینداری کی حمایت ہمارے لئے باعث شرم نہین، کیونکہ زمینداری شرعاً ممنوع نہین، اور نہ مذہب نے اسے ناجائز قرار دیا ہے، پھر خدا جانے کس منطق سے اس شرعی جواز کو عدم جواز مین تبدیل کر دینے کی تائید محض مسلم لیگ کی ترمیم و شرط سے جائز ہو گئی، جمیہ ارشاد ہوا کہ جب مسلم لیگ کی ترمیم مین تنسیخ زمینداری کے اصول کو تسلیم کر لیا گیا ہے، تو ہماری اس ترمیم کو حکومت کیون نہین منظور کرتی اور زمیندارون کے ساتھ سرمایہ دارون، سود خوارون، مہاجنون اور بنیون کو کیون نہین ختم کرتی ہے،

(روزنامہ تنویر ۱۹ راگست ۱۹۴۷ء)

نیز سود خوری و مہاجنی کے ساتھ نفس سرمایہ داری سے عداوت بھی آخر اسلامی شریعت کی کس دفعہ کی رو سے ہے؟ اگر کوئی شخص تجارت یا صنعت و حرفت وغیرہ کے جائز شرعی ذرائع سے ارب پتی بھی ہو جائے، اور زکوٰۃ وغیرہ کے شرعی واجبات و حقوق بھی پورے پورے ادا کرتا رہے، تو کیا اس کی یہ سرمایہ داری حرام ہے، بس وہی کہ بہلوان لیڈر کا اشارہ جدھر ہو جائے،!

لیکن علم و تفقہ کے کمال کا بڑا مظاہرہ اس مسئلہ مین دوسرے شریک حکومت "مولانا" نے فرمایا، جو جمعیۃ العلماء کے نمایندے ہین، اور ایک دینی عربی مدرسہ کی خدمت کو خیرباد فرما کر ابھی ابھی سیاسی خدمات کے صلہ مین حکومت کی ذرا اگران قدر کرسی پر بٹھا دیئے گئے ہین، بس "رحمان" ہی ان کو "شیطان" کے شر سے محفوظ رکھے، انھون نے تو بے خوف و خطر زمینداری کی سرے سے حرمت ہی کا فتوی صادر فرما دیا، کہ حکومت کا فرض ہے کہ اس نظام (زمینداری) کو قطعاً منسوخ کر دے" اور استدلال مین یہ عالمانہ تفقہ ملاحظہ ہو، کہ یہ زمینداری آئین شریعت کے نہین، بلکہ آئین قدرت کے خلاف ہے، جس طرح سورج کی کرنون کا کوئی ٹھیکہ دار نہین ہو سکتا، جس طرح ہوا کسی خاص جماعت کے لئے مخصوص نہین ہو سکتی، جس طرح پانی پر کسی خاص طبقہ کو قبضہ نہین دیا جا سکتا، اسی طرح زمین جو قدرت کا ایک فیاضانہ عطیہ ہے، جو تمام جاندارون کی ضروریات زندگی کے لئے ہے، کسی جماعت یا شخص کو حق نہین پہنچتا، کہ وہ اپنی ضرورت سے زیادہ

زمین پر قبضہ کرکے دوسرے انسانون کو ضروریات کی آسایش و آرام سے محروم کردے،"

سبحان اللہ کیا تحقیق انیق ہے، ائمۂ مجتہدین سے لے کر اس وقت تک ساڑھے تیرہ سو سال مین سلف و خلف کے بڑے چھوٹے فقہاء مین بھلا کیون کسی کو یہ تفقہ فی الدین میسر ہوا ہوگا، کہ زمین کی ملکیت کو آفتاب کی کرنون کی ٹھیکہ داری کے حکم مین داخل فرمایا ہو، نعوذ باللہ مِنْ شرورِ انفسنا! پھران مودودیؒ کے صیغہ کا بھی یہ معاملہ نہ تھا، کہ ایسی مجتہدانہ تقریر فرمانا فرض منصبی ہوتا،

بس ان سارے مفاسد کا منشاء و سرچشمہ وہی خشت اول کی کجی ہے، کہ حکومت و سیاست کے عصری تصورات کو مسلمانون نے بھی بالذات مطلوب و مقصود بنا لیا ہے، جو اسلامی تصور کی رو سے مسلمانون کی ترقی نہین، بلکہ ان کی اسلامی زندگی کی موت ہے، اور حضرت مجدد العصر علیہ الرحمہ کی اس باب مین بھی اصلاح و تجدید کا مرکزی نقطہ وہی ہے، کہ مسلمانون کا مقصود بالذات ہر شعبۂ حیات کی طرح حکومت و سیاست سے بھی بالکلیہ حق تعالیٰ کی رضا جوئی ہونا چاہئے، جس کا راستہ ایمان و عمل صالح ہے، یعنی اپنی استطاعت بھر ناموافق سے ناموافق حالات اور محکومی میں بھی انفرادی و اجتماعی زندگی مین شریعت کے احکام و حدود کا اتباع، ہماری ساری فکر و تدبیر بالذات اپنے ایمان اور اعمال ہی کی تصحیح و تکمیل مین صرف ہونی چاہئے، باقی حکومت جس کا قرآنی اصطلاح مین استخلاف فی الارض نام ہے، وہ ایمان و عمل صالح پر حق تعالیٰ کی طرف سے موعود ہے، استخلاف فی الارض کے معنی ہی یہ ہین، کہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ یا نائب کی حیثیت سے اس کی زمین پر اسی کے احکام کا نافذ کرنا تو جن لوگون نے خود اپنے اوپر ان احکام کو نافذ کیا ہو، اُن سے خدا کی زمین اور دوسرون پر نافذ کرنے کی کیا توقع کیجا سکتی ہے، اور وہ اس وعدہ کے پورا ہونے کے متوقع کس منہ سے ہو سکتے ہین؟

لہ حضرت کا اصل مسلک و مذاق سیاسیات کے باب مین سمجھنے کے لئے بہتر ہوگا کہ اُن کے خلیفۂ خاص اور مسترشد باخصاص مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی کا رسالہ مسائل سیاسیہ ضرور ملاحظہ کر لیا جائے، (عبد الماجد)

بلکہ مخلصین لہ الدین" مومن کی اصل شان تو یہ ہے کہ اس کا مقصود ایمان و عمل صالح سے کبھی یہ تو خود استخلاف بھی نہین ہوتا، اس کی نظر مین یہ بھی شرک ہے، اس کا مقصود تو خالص خدا اور رسول کی رضا ہو، اس رضا کے ساتھ اگر اس کو پاخانہ بھی اٹھانا پڑے، تو خدا کی ناراضی کے مقابلہ مین اس کو گوارا کرے گا، اور ہفت اقلیم کی بادشاہت پر بھی لات مارے گا، امومن مخلص کا مقصود و مطلوب صرف حق تعالیٰ ہین باقی سب ان کی نظر مین چھوٹے بڑے بُت ہی ہین،

بہ ہمی کہ کرا خواہی از خیل بتان جامی

من از تو ترا خواہم غیر از تو مرا خواہم

لُب لباب

قومیات و سیاسیاتِ حاضرہ کے باب مین حضرت جامع المجددین علیہ الرحمۃ کی تجدیدات دین کا لُب لباب تفصیلاتِ بالا کے پیش نظر یہ نکلا کہ

۱۔ مسلمانون کے قومی و باطنی مزاج یا مَا فی انفسہم کا قیاس غیر مسلم اقوام پر قیاس مع الفارق ہے، مسلمانون کی قومی و سیاسی یا دنیوی ترقی بھی بالکلیہ ان کی دینی ترقی کے تابع یعنی اس پر موقوف ہے کہ یہ اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی کے ہر شعبہ مین اور ہر قدم پر احکام دین کے اتباع کا پورا پورا التزام رکھین،

۲۔ لیکن یہ لازم نہین کہ ہر فرد یا ہر جماعت دینی احکام کے ساتھ دنیوی یا قومی و سیاسی تدابیر و تجربات کی بھی ماہر و جامع ہو، بلکہ عام طور پر یہ جامعیت نہ ہوتی ہے، اور نہ مطلوب ہے، البتہ یہ واجب ہے کہ جو افراد یا جماعات احکام دین کی ماہر و محقق نہین، وہ امور دنیا مین جو تدابیر اختیار کرین، اُن کا شرعی حکم پہلے علماء دین سے معلوم کرلین،

۳۔ اور عام حالات مین محققین دین اور مدبرین دنیا کی جماعتون کا الگ الگ ہونا جائز، بلکہ اکثر

صورتوں میں اسلم وانسب ہے جیسا کہ وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ الخ اور انتم اعلم بامور دنیاکم وغیرہ نصوص سے ظاہر ہے،

۴- ہاں اگر کبھی ایسے حالات پیدا ہو جائیں، کہ امور دنیا کو انجام دینے والی جماعتیں "داعی الی الخیر" جماعت کے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی پروا نہ کریں، اور تدابیر دنیا میں احکام دین معلوم کر کے جواز و عدم جواز پر کاربند نہ ہوں تو بطور فرض کفایہ واجب ہوگا، کہ احکام دین کے ساتھ ساتھ علماء کی ایک جماعت امور دنیا کی بھی ماہر و جامع ہو، جس میں صرف سیاسیات ہی کی تخصیص نہیں، بلکہ معاشیات وغیرہ حسب ضرورت وحسب موقع تمام معاملاتِ دنیا داخل ہیں،

۵- اب ہندوستان کے خاص موجودہ حالات کے لحاظ سے اس وقت امور سیاسیہ کی دو بڑی جماعتیں موجود ہیں، کانگرس اور مسلم لیگ، لیکن کانگرس خالص مسلمانوں کی جماعت نہ ہے اور نہ ہو سکتی ہے، اور نہ اس سے خالص اسلامی احکام کے تحت خالص مسلمانوں کے سیاسی حقوق و منافع کی حفاظت و نگرانی کی توقع یا مطالبہ کیا جا سکتا ہے، اس لئے کانگرس مسلمانوں کے لئے امور سیاسیہ کے انصرام کی کوئی مستقل جماعت نہ ہے اور نہ ہو سکتی ہے،

۶- بلاشبہ کسی تیسری طاقت کے مقابلہ میں جو ہندوستان کے مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں کی یکساں دشمن ہو، اس کے رفع شر کے لئے غیر مسلموں کی کسی جماعت کے ساتھ کوئی وقتی و عارضی عہد و پیمان یا اتحاد عمل کیا جا سکتا ہے، وہ بھی احکام شریعت کے شرائط و حدود کے اندر رہکر، اور عارضی ضرورت کی صرف عارضی مدت تک، ان شرائط میں ایک بڑی شرط یہ ہے، کہ اس غیر مسلم جماعت میں مسلمانوں کی حیثیت مغلوب و تابع کی نہ ہو، بلکہ غالب و متبوع کی،

۷- اور کانگرس میں مسلمانوں کی ادغامی شرکت کی نہ موجودہ صورت ایسی ہے، نہ آیندہ اس کا کوئی عملی امکان ہے، اس لئے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے نزدیک کانگرس کی تنظیم میں مدغم ہو کر داخل!

شریک ہونا تو مسلمانوں کے لئے قطعاً ناجائز اور دین و دنیا دونوں کے لئے سراسر زیاں وضرر ہے،

۸- لہذا کانگرس کے ساتھ کسی عارضی یا وقتی اتحاد عمل کے لئے بھی ضروری ہے، کہ مسلمانوں کی کوئی بالکل مستقل وجداگانہ سیاسی تنظیم ہو، جو کانگرس کی تنظیم کے ساتھ مساویانہ طاقت کی حیثیت سے کوئی معاہدہ مشترک دشمن کے مقابلہ یا مسلمانوں کے کسی اور مشترک مفاد کے لئے کر سکتی ہو،

۹- بصورتِ موجودہ ایسی جماعت ظاہر ہے، کہ صرف مسلم لیگ ہے، اس لئے اس کے نقائص کے باوجود کانگرس کے مقابلہ میں اس کی شرکت کو مسلمانوں کے حق میں حضرت مجدد تھانوی علیہ الرحمہ نے اہون واسلم تجویز فرمایا ہے،

۱۰- مگر چونکہ مسلم لیگ اب تک اپنی تدابیر سیاسیہ میں اصولاً یا عملاً احکام دینیہ کی تابع نہیں، اس لئے اس میں شرکت کی شرط حضرت نے یہ قرار دی ہے، کہ اہل قوت واثر اپنی قوت واثر سے اس کی اصلاح میں برابر ساعی رہیں، اور غیر اہلِ قوت برابر اہلِ قوت سے اس کا تقاضا و مطالبہ کرتے رہیں، اور علماء خاص طور پر اکابر لیگ کو احکام دین کے اتباع کی دعوت و تبلیغ فرماتے رہیں،

۱۱- پھر بھی اگر لیگ کی اصلاح میں کامیابی نہ ہو، یا مستقبل قریب میں متوقع نہ ہو، تو حضرت کی ہدایت و ارشاد کے مطابق اس کے سوا چارہ نہیں، کہ خود علماء ہی کی کوئی ایسی جماعت ہو، جو محقق دین ہونے کے ساتھ ماہر سیاست بھی ہو، یا بنے اور بطور فرض کفایہ کے امور سیاسیہ میں بھی مسلمانوں کی رہنمائی کا فرض کم از کم اس وقت تک انجام دے، جب تک یا تو لیگ اپنے کو احکام دین کی تابع نہ بنائے، یا کوئی اور ایسی ہی خاص امور سیاسیہ کی ماہر مسلمانوں کی تنظیم نہ قائم ہو جائے، جو احکام دین کی تابع ہو،

۱۲- فی الحال علماء کی ایسی جماعت جمعیۃ العلماء ہی ہو سکتی ہے، لیکن اس کو پہلے ہر طرح اس کی سعی کر لینی چاہئے، کہ لیگ اتباع احکام کی شرط کو قبول کرے، یا مستقبل قریب میں قبول کر لینے کی امید ہو جائے، جب اس سے مایوسی غالب ہو جائے تو پھر وہ اس فرض کفایہ کا بوجھ تمام و کمال اپنے ہی دوش پر لے

۱۳۔ حالات مین کسی ایسی ہی تبدیلی رونما ہونے کے احتمال سے حضرت علیہ الرحمہ نے خود شرکت لیگ کے فتوے مین یہ قید لگا دی تھی کہ یہ جواب مسلم لیگ کی موجودہ حالت پر ہے، اگر خدانخواستہ حالات بدل جائین تو حکم بھی بدل جائے گا"

اور راقم ہذا کے نزدیک تو لیگ کی جارحانہ کارروائی یا عمل اقدام (ڈائرکٹ ایکشن) کی تجویز اور کلکتہ ونجی وغیرہ مین ہزارون بے گناہ مسلمانون کا جو خون بہا ہے، اس مین کسی طرح بھی حضرت شرکت کی اجازت نہ فرماتے، کیونکہ یہ حضرت کی تحقیق کی رو سے خودکشی کے مرادف ہے،

۱۴۔ بہر نوع جمعیۃ العلماء کے لئے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے مسلک کی رو سے پہلے تو ہر حال مین یہ ضروری ہوگا، کہ وہ کانگرس کے ساتھ اپنے ادغامی و اتباعی تعلق کو قطعاً منقطع فرمائے، بلکہ اب چونکہ کانگرس مین شرکت کا جو بڑا مقصد ہو سکتا تھا (یعنی انگریزون سے آزادی) وہ اب اس کی عدم شرکت سے بھی ان شاء اللہ مؤخر نہین ہو سکتا، اس لئے مسلمانون کی دینی و دنیوی مصلحت کی بنا پر کانگرس سے انقطاع کا اعلان بہر تقدیر اولیٰ و اسلم ہے،[۱]

اس کے بعد مسلم لیگ سے مایوسی کی صورت مین ان کو اپنے ساتھ اچھے نہ کچھ جدید یا سیاست کے زیادہ ماہر جدید انگریزی تعلیم یافتہ مسلمانون کو ضرور شریک رکھنا چاہئے جو سیاسیات حاضرہ کے گہرے قومی و بین الاقوامی حالات و تجربات اور مسائل و نظریات سے پوری طرح امداد کرتے رہین،

۱۵۔ لیکن عام حضرات علماء اور کا بر جمعیۃ العلماء کی خدمت مین سب سے اہم و اقدم امر حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے اصول و مسلک کے تحت یہی عرض کرنے کا ہے، کہ سیاسیات مین ان کی خاص اپنی کوئی دینی تنظیم و جماعت خواہ کامیاب ہو یا نہ ہو، مگر وہ انفرادی و اجتماعی طور پر مسلمان عوام و خواص مین تبلیغ دین، اور ان کو پورا

[۱] کانگرس نے خود جمعیۃ العلماء یا قوم پرور مسلمانون سے عارضی حکومت مین جتنی پروا کی وہ خود جمعیۃ کے تازہ شکایتی رزولیشن سے واضح ہے،

مسلمان بنانے کی سعی و فکر کے ساتھ اپنے اصلی فرض منصبی سے کسی حال اور کسی آن غفلت نہ فرمائین،

اگر حضرت کے ایما کے موافق دس سال تک ہر طرف سے یکسو ہو کر مسلمانون کو مسلمان بنانے مین صرف کر دیئے جائین، تو پھر انشاء اللہ علماء کو نہ کانگرس کا منہ دیکھنا پڑے گا، نہ لیگ کا، نہ ہندوون کا نہ انگریزون کا،

آخر مین ایک مسئلہ کا حل رہ جاتا ہے، جو اہمیت کے اعتبار سے اولیت کا درجہ رکھتا ہے، لیگ کا راہ راست پر آنا یا لانا یا احکام شرع کے تابع کسی دوسری تنظیم کا قائم کرنا کرانا یا خود علماء و جمعیۃ العلماء کا ضرورت وقت کے تقاضے سے بطور فرض کفایہ سیاسی مسائل و معاملات مین مہارت حاصل کرکے مسلمانون کی رہنمائی کرنا، یہ سب ایسی چیزین ہین، جو انفرادی حیثیت سے افراد کی استطاعت و اختیار سے باہر ہین، مثلاً راقم احقر زیادہ سے زیادہ اس قسم کے معروضات تحریراً یا تقریراً پیش کر دے سکتا، یا اپنی بساط بھر کچھ دوڑ دھوپ کر لے سکتا ہے، لیکن حسب مقصد و مطابق شریعت علماء یا غیر علماء کی کسی کارگر تنظیم و جماعت کا قائم ہو جانا اس کے قبضۂ قدرت مین بہر حال نہین،

تو خوب سمجھ لینا چاہئے کہ حضرت جامع المجددین علیہ الرحمہ کی جامع تجدید نے اس بنیادی سوال کو تشنہ بالکل نہین چھوڑا، اور صفحات بالا مین خوب اور مکرر سکرر اپنے مواقع پر واضح کر دیا گیا ہے، کہ دینی سیاست یا حکومت و سلطنت کی اہمیت دین و شریعت مین کما حقہ مسلم ہونے کے باوجود ایسی ہرگز نہین، کہ اس کے بغیر افراد کے لئے اپنی اختیاری سعی و طاقت سے کمال دین کا کوئی بلند سے بلند مقام حاصل کرنا ناممکن یا خارج از استطاعت و وسعت ہو،

دینی و اسلامی حکومت یا خلافت تو الگ رہی اگر خدانخواستہ کسی وقت ساری خدائی خدا کی منکر کافر ہو جائے، اور صرف ایک مومن رہ جائے، تو وہ بھی صالحین شہداء و صدیقین کے اونچے سے اونچے درجۂ قرب و قبول تک رسائی پا سکتا ہے، بلکہ انبیاء علیہم السلام کے کمالات تک مین اس سے ذرہ برابر

کوئی نقص و خلل نہین واقع ہوسکتا، کہ آغاز نبوت سے انجام تک ساری دنیا اُن کی منکر و کافر ہی رہی،
حق تعالیٰ کی طرف سے کسی کو بھی کسی قسم کی تکلیف مالایطاق بالکل نہین، اور قرب و قبول کا مدار تمام تر اس
پر ہے، کہ آدمی موافق و ناموافق جیسے حالات مین بھی ہو، اپنی استطاعت و اختیار بھر حق تعالیٰ کی رضاجوئی
اور اس کے احکام کی بجاآوری مین کوتاہی و کم ہمتی کو راہ نہ دے، اس کے بعد اگر اس کو کسی نے زنجیرون مین
اس طرح جکڑ دیا ہے، کہ وضو یا تیمم کرنا کیا معنی جسم و جوارح کو جنبش تک نہین دے سکتا، تو اس سے آنکھوں
کے اشارون کی نماز کے کمال و قبول مین رتی برابر کمی نہین واقع ہوسکتی ہے،

اختیاری و غیر اختیاری کا یہ مسئلہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی ساری تجدیدات و تعلیمات کا ایک ایسا
سنگ اساس ہے جس سے شریعت و طریقت کے بے شمار لاینحل عقدے حل فرمائے گئے ہین،

یہی نہین کہ حکومت و سیاست پر قرب و قبول کا قطعًا انحصار نہین، بلکہ اگر حکومت و سلطنت کو خدا
کی ناراضی کی راہون سے حاصل یا ناراضی کی راہون مین استعمال کیا جائے، تو خدا کی ایسی ناراضی کے ساتھ
ہفت اقلیم کا تاجدار یا فرعون ہو کر مرنے کے بجائے مومن کے لئے اپنے اختیار بھر رضاجوئی کے ساتھ پاخانہ
اٹھا کر مرجانا کہین بہتر اور عین مطلوب ہوگا،

بلکہ عہد نبوت سے جتنا بعد ہوتا جارہا ہے، دور دجل و فتن و شرور کی روایات پر نظر ایمان رکھنے والون
کو کھلی آنکھوں نظر آرہا ہے، کہ موجودہ دور اور اس کی قومیات و سیاسیات بالخصوص اس درجہ دجالیت اور فتنون
سے بھر گئی ہین، کہ بہت ہی شاذ اور بہت ہی غیر معمولی ایمانی قوت و عزیمت رکھنے والے افراد ان مین پڑکر اپنے
ایمان و عمل صالح کو خیریت و سلامتی کے ساتھ ساحل حیات تک پہنچا سکتے ہون، باقی عام مسلمانون کو اگر ایمان
و آخرت کچھ عزیز ہے، تو اُن کے لئے تو بس ع

"اگر خواہی سلامت برکنار است"

ملہ یہ سارا پیراگراف حضرت کے مسلک کا بہترین ترجمان ہے، (عبد الماجد)

یعنی تا بمقدور وہی اصحاب کہف کی نوعیت کی کہفی زندگی، جیسا کہ مختلف روایات مین مختلف طرح
سورۂ کہف کی تلاوت کو فتنۂ دجال اور دجالیت سے حفاظت کا ذریعہ فرمایا گیا ہے، باقی حدیثون مین
دور فتن و شرور کے جو آثار و علائم بیان فرمائے گئے ہین، اور جن کی کثرت و شدت آج کسی ایمانی نگاہ سے مخفی
نہین اُن سے حفاظت کے لئے صحاح وغیرہ کی روایات مین گوناگون عنوانات سے یہی ہدایات ملتی ہین، کہ
ایسے زمانے مین عمومی یا قومی و سیاسی معاملات سے دور رہکر بس اپنے دین و ایمان کی خیر مناتے رہو، مثلاً

"جب دیکھو کہ لوگون مین عہد شکنی و خیانت اور آپس مین آویزش و عداوت پھیل گئی ہو،
تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بس گھر مین پڑے رہو، زبان بند رکھو، اور امر عامہ
(پبلک یا قومی کامون) سے دور رہکر خاص اپنی ذات یا اپنے دین کی حفاظت مین لگے رہو"

"اسی طرح ہے کہ جب دیکھو کہ لوگ اپنے نفس و ہوا کی پیروی مین پڑ گئے ہین، اور دنیا
کو دین پر ترجیح دیتے مین لگے ہین، اور کتاب و سنت کو چھوڑ کر ہر شخص صاحب رائے بن بیٹھا
ہے، تو عوام کے معاملات سے الگ ہوکر اپنی خبر رکھو، کیونکہ ایسا زمانہ آنے والا ہے جس
مین صبر کے سوا چارہ نہ ہوگا، اور صبر کرنا بھی انگارے کو ہاتھ مین پکڑنا ہوگا،

ایمان کا یہ حال ہوگا کہ آدمی صبح مسلمان ہوگا، اور شام کو کافر شام کو مسلمان ہوگا، اور
صبح کافر، ایسے زمانہ مین سونے والا مسلمان جاگنے والے سے بہتر ہوگا، اور بیٹھا رہنے والا
کھڑے رہنے والے سے اور کھڑا رہنے والا چلنے والے سے اور چلنے والا دوڑنے والے سے، ایسے
وقت مین اپنی کمانون اور تلوارون کو ناکارہ کرڈالنا، اور اگر کوئی تم پر حملہ کرے تو چاہئے
کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹون مین سے بہتر کی راہ اختیار کرو جس نے اپنے قاتل
بھائی سے کہا تھا کہ اگر تم مجھکو قتل کرنے کے لئے ہاتھ بڑھاؤ گے، تو مین تم کو قتل کرنے کے لئے
ہرگز ہاتھ نہ بڑھاؤن گا"

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنے ساتھیوں سے فرمایا کرتے تھے، کہ ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ نمازیں مردہ ہو جائیں گی، مکانات بڑے بڑے عالیشان بنائے جائیں گے، قسم اور لعنت کا زور ہوگا، زنا اور رشوت کی گرم بازاری ہوگی، آخرت دنیا کے بدلے فروخت کی جائے گی، جب یہ حالات دیکھنا تو نجات کی راہ یہ ہوگی، کہ گھر میں فرش یا بوریئے کی طرح چمٹ کر پڑ جانا، زبان اور ہاتھ نہ ہلانا،

ان فتنوں کے زمانے میں جو شخص یکسو ہو کر اللہ تعالیٰ کی بندگی میں لگا رہ سکے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ گویا ہجرت کر کے میرے پاس چلا آیا، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کے ذیل میں فرمایا ہے، کہ "اصحاب کہف بیک ہجرت کہ در وقت استیلائے فتنہ از ایشان بوجود آمدہ بود بدرجہ علیا رسیدند"

ایک اور بڑے ایمان و عبرت کی حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں پر نرغہ کے لئے دشمن اس طرح دعوت دیں گے، جیسے کاسہ طعام کے گرد لوگوں کو پکار پکار کر جمع کیا جاتا ہو، کسی نے عرض کیا، یا رسول اللہ کیا اس نرغہ کا باعث ہماری قلت تعداد ہوگی، فرمایا نہیں، تعداد تو بہت ہوگی، مگر خس و خاشاک کی سی حالت ہوگی، کہ تمھارے اندر نہ قوت و شجاعت ہوگی، اور نہ دشمنوں کے دل میں تمھاری ہیبت و عظمت ہوگی، عرض کیا گیا کہ ہماری اس کمزوری کی وجہ کیا ہوگی، فرمایا دنیا کی محبت اور موت کی کراہیت۔[۱]

دشمنوں کے قلب سے مسلمانوں کا وزن جس طرح نکلتا جارہا ہے، اس کا خود سیاسیات ہی میں تازہ اندازہ اس سبق آموز سلوک سے ہو سکتا ہے، جو کانگرس کے مقابلہ میں وفد وزارت اور وائسرائے نے مسلم لیگ سے نہیں، درحقیقت سارے مسلمانوں کے ساتھ کیا، اور یہ کاسہ طعام کی طرف دعوت کیا

[۱] یہ اقتباسات "اقتضاء آثار اھیا" مؤلفہ نواب صدیق حسن خان مرحوم سے ماخوذ ہیں، نقل،

اسی روسی **دعوت الی البطن** کا کوئی اشارہ ہے (؟) جس کی جانب اس وقت کے سب سے بڑے سیاسی منڈل (کانگرس) کے سب سے بڑے دیوتا (جواہر لال) نے عارضی حکومت (انٹیرم گورنمنٹ) کی زمام ہاتھ میں لیتے ہی پکارا کہ ہمارا **انتہائی مقصد** چار سو ملین انسانوں کو کھانا کپڑا وغیرہ (یعنی وہی کاسہ طعام کی دنیوی ضروریات) فراہم کرنا ہے، (پانیر ۲۸ ستمبر ۱۹۴۶ء)

بھلا جس سیاست کا **انتہائی مقصد** بہ ملازینتن برائے خوردن ہو، اور جو اس زیستن و خوردن کی حیوانی زندگی سے آگے کسی انسانی مستقبل سے بالکل اندھی بہری ہو، تو وہ مسلمان ایسی کور و کر رہنمائی کا دامن مستقلاً کیسے تھام سکتا ہے، جس کا انتہائی مقصد اس دنیوی زیستن و خوردن کے بعد ہی ختم ہو جاتا ہو، اور جس نظام سیاست میں اس مابعد کی زندگی کا سرے سے کوئی تصور داخل نہ ہو، اس میں آخر کوئی مسلمان کیسے داخل رہ سکتا ہے، مسلمان مسلمان رہ کر ایسے نظام سیاست (کانگرس) کا زیادہ سے زیادہ صرف اس دشمن دین کے اخراج تک ساتھ دے سکتا ہے، جس نے "زیستن برائے خوردن" کا سبق پڑھایا ہے،

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا، کہنا یہ ہے کہ مذکورہ بالا روایات و نصوص کی رو سے شرور و فتن کے عموم و شیوع کے زمانے میں نجات و سلامتی کی راہ یہی ہے، کہ جہاں تک بن پڑے قومیات و سیاسیات وغیرہ متعدی و عمومی خدمات سے دامن کش رہے، یا اپنے دین و ایمان کی خیریت و حفاظت کے ساتھ دین کی اگر کچھ متعدی خدمات کی بھی اہلیت و ہمت ہو، تو اس کی اسلم صورت یہی ہے، کہ رائج الوقت طریقوں سے دور رہ کر جو کچھ اور جہاں تک اپنی ذات سے تحریراً و تقریراً یا عملاً تبلیغ و اصلاح وغیرہ کی کوئی خدمت ہو سکے اس کو انجام دے، اگر اس میں بھی قدم پھونک پھونک کر رکھے، ورنہ کسی گوشہ عافیت ہی میں گم رہے،

[۱] اس بارہ میں صحابہ کرام تک کے مذاق مختلف رہے ہیں، چند نے بیشک خلوت گزینی ہی کو ترجیح دی ہے لیکن اکثر نے نصوص قطعیہ و احکام محکمات کے ماتحت اپنی اپنی بصیرت کے موافق جہاد و عملی اصلاح ہی کی راہیں اختیار فرمائیں اور خلافت عثمانی اور خلافت مرتضوی کے زمانہ کے شرور و فتن کچھ آج کل کے شرور و فتن سے کم نہ تھے (عبدالماجد)

بہت سے محدثین و محققین نے تجدید دین کی اس مشہور حدیث کو ابواب فتن ہی کے ذیل میں درج فرمایا ہے کہ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ من یجدد لھا دینھا، اس لئے کہ دین کی تجدید یا یاددہانی کی ضرورت ایسے دینی فتنوں کے زمانے سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے، اور زمانۂ نبوت سے جتنا بعد ہوتا جاتا ہے، اتنے ہی یہ فتنے ہمہ گیر ہوتے جاتے ہیں، اور اب تو شاید ہی دین کا کوئی گوشہ ان کی گرفت سے باہر رہ گیا ہو، اس لئے حضرت **جامع المجددین** علیہ الرحمہ کی بعثت مبارکہ سے نہ صرف پوری **جامعیت** کے ساتھ دین کے تمام علمی و عملی اجزاء کی تجدید فرمائی گئی، بلکہ شرور و فتن کی ایسی ہمہ گیر و بے پناہ بارش کے دوران میں خود اپنے دین کی پناہ کے لئے عزلت و خلوت کے ساتھ ساتھ تجدید دین کی جامع و کامل متعدی خدمات کا جو نمونہ حضرت مجدد وقت نے اپنی زندگی میں چھوڑا ہے، وہ بجائے خود شرور و فتن کی روایات بالا کی روشنی میں ہر طبقہ کے خادمان دین کے لئے بڑا جامع و کامل اسوہ ہے،

در کفِ جام شریعت در کفِ سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

اور جن حضرات نے حضرت علیہ الرحمہ کی تعلیم و تربیت سے استفادہ کی کچھ معتد بہ سعادت حاصل کی ہے، یا حضرت کی کتابوں کا گہرا مطالعہ فرمایا ہے، وہ جانتے ہیں کہ حضرت کا خاص رنگ و مذاق خلوت و خدمت کی جامعیت ہی کا تھا، الحمد للہ کہ اس زندگی کے پہچاننے والے حضرت کے اکابر مجازین یا خلفاء کا بھی یہی مذاق ہے کہ اپنے اپنے گوشوں میں معتکف افراد امت کے دین کو تازہ و زندہ فرماتے رہے ہیں، خود حضرت علیہ الرحمہ تو آخر حیات میں ۳۰ سال سے زائد خانقاہ امدادیہ اور آستانۂ اشرفیہ میں اس طرح معتکف رہے کہ سفر تک بالکلیہ ترک فرما دیا تھا، بلکہ اس کی دعا فرمائی تھی، کہ کوئی ایسا عذر لاحق ہو جائے جو زیادہ تکلف بھی نہ ہو، اور سفر سے معذور بھی ہو جائے؛ چنانچہ آنت اترنے کا ایسا ہی عذر اللہ تعالیٰ نے پیدا فرما دیا، کہ کھانسی وغیرہ کی معمولی حرکت سے بھی اکثر اتر آتی تھی، اور پھر بردے میں لیٹ کر کپڑا باندھ کر آنت چڑھانا اور کمانی

پڑتی تھی، اس عذر کا اعلان فرما کر پھر دوبارہ متعلقات کے سلسلہ کے علاوہ کوئی سفر نہیں فرمایا، بلکہ کسی دوسرے محلہ تک بھی تشریف نہیں لے گئے، (اشرف السوانح ص ۷۰ حصہ اول)

جابجا خلوت پسندی کے اس مذاق کی ترجیح کا ایما بھی فرمایا ہے، شرور و فتن ہی کی روایات کے پیش نظر کسی صاحب علم نے جن کی نظران روایات پر تھی، اپنا حال عرض کیا، کہ

"خاص بات یہ ہے جو روز بروز مرکوز خاطر ہوتی چلی جاتی ہے کہ آج کل کسی مناقشہ میں خواہ دینی ہو یا دنیوی خواہ اپنی ذات سے متعلق ہو، یا اور کسی سے مطلق دخل دینے کو جی نہیں چاہتا، ہر وقت علیک بخاصۃ نفسک کا ایک نشہ سا رہتا ہے، کیونکہ دیکھتا ہوں کہ الشح مطاع اور ھوی متبع اور اعجاب کل ذی رای برائہ اور دنیا موثرہ کی گھٹا چاروں طرف محیط ہو رہی ہے، اس وقت یہی جی چاہتا ہے، کہ کسی طرح اپنا ایمان سلامت لے جاؤں کاش غنم متبع بھا شعف الجبال میسر آ جائے، یا ایمان کے ساتھ بطن الارض میں جگہ مل جائے، بار بار لیتنی شجرۃ تعضد کا خیال آتا ہے، اور یوں تمنا ہوتی ہے کہ کوئی مجھ کو نہ جانے، اور نہ میں کسی کو جانوں، اور اسی طرح جان جان آفرین کو سپرد کر دوں مگر کیا کروں ہم بالکل دنیا کو جھگڑوں سے پوری رہائی نہیں ملتی،"

اس کے جواب میں حضرت نے تحریر فرمایا، کہ "رہائی کی محبت بھی بحکم رہائی ہے، اور یہ مذاق خاص اس ناکارہ کا بھی ہے[1]، گو اب تک کم ہمتی سے یہ نہیں ہوا، مگر اب کچھ اس کے اسباب نظر آتے ہیں، خدا کرے اس میں کوئی غائلہ نہ ہو[2]" اسی طرح ایک جگہ مسائل مثنوی (تکشف ص ۳۰۶) میں خلوت و جلوت کی تحقیق میں ارشاد ہے کہ

---

[1] مولانا کا مذاق خاص اپنی ذات کے لئے جو کچھ بھی ہو، بہرحال وہ مسلم لیگ میں شرکت۔ اپنے متوسلین و منتسبین کے لئے دل سے پسند فرماتے تھے، اور لیگ کی ہر کامیابی سے خوش ہوتے تھے، (عبد الماجد) [2] تبویب تربیۃ السالک ص ۲۲۱)

"قول فیصل باب خلوت مین یہ ہے کہ جس شخص کو کوئی ضروری حاجت دینی یا دنیوی نہ دوسرون سے ہو، نہ دوسرون کی کوئی ایسی ہی حاجت اس شخص سے متعلق ہو، اس کے لئے خلوت جائز بلکہ

افضل ہے خصوصاً ایام فتن و شرور مین"،

غرض خلوت تامہ اگر میسر نہ ہو تو ایسے ایام شرور و فتن مین دوسرا درجہ یہی ہو سکتا ہے کہ جہانتک ہو سکے تعلقات مین تقلیل سے کام لیا جائے، تاکہ ان شرور و فتن سے بقدر استطاعت دین کی حفاظت ہو سکے، بعض مقامات پر انہی روایات فتن کے ضمن مین خلوت گزینی کی حضرت نے اور بھی زیادہ تشریح و تاکید فرمائی ہے، افسوس غلبۂ نسیان کی وجہ سے یاد نہین آرہے ہین،

باقی تجدیدی و اصلاحی گوناگون فرائض و خدمات کے ساتھ ساتھ عزلت اور تقلیل تعلقات کے ضدین کو جمع فرماکر خود اپنی زندگی مین حضرت جامع المجددین نے جس طرح دکھلا دیا، وہ بجائے خود تجدیدی جامعیت کی مستقل کرامت ہے،

لیس علی اللہ بمستنکر ۔۔۔ ان یجمع العالم فی واحد

سیرۃ عائشۃ

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی صدیقہ کے حالاتِ زندگی اور اُن کے مناقب و فضائل و اخلاق اور اُن کے علمی کارنامے، اور اُن کے اجتہادات اور صنفِ نسوانی پر اُن کے احسانات اسلام کے متعلق اُن کی نکتہ سنجیان، اور معترضین کے جوابات، آخر مین علامہ سیوطی کی عین الاصابہ فیما استدرکتہ السیدۃ عائشۃ علی الصحابہ بھی ہے، قیمت :- عہ

ضخامت :- ۳۲۹ صفحے، طبع سوم باضافۂ حواشی،

"منیجر"

ہندوستان مین علمِ حدیث

(بسلسلۂ امام شوکانی)

از

مولوی ابو یحیٰی امام خان صاحب نوشہروی

عرصہ ہوا معارف[1] مین یہ سلسلۃ الذہب بعنوان "ہندوستان مین علم حدیث"، حضرت جامع العلوم مولانا سید سلیمان صاحب ندوی زید مجدہ نے بامید اجر ثبت فرمایا تھا، ہندوستان بھر کے اصحاب نظر نے اس پر جو کچھ لکھا وہ تمام ملا کر بھی اس فرد یگانہ کے برابر نہ اتر سکا، اور ابھی تک معارف کے لبون پر کسی حریف مے مرد افگن عشق کے لئے یہ صدا مکرر باقی ہے،

اب وہ زمانہ ہے کہ ہندوستان مین لکھنے والون کی کمی نہین، مگر تحقیق علوم کے بجائے تبلیغ مسلک اور مسائل جزئیہ پر ارمان نکلتے ہین، افسوس کہ اس ترک حنیفیت کی وجہ سے اصل علم ہی دامان خیال یار کی طرح چھوٹا جا رہا ہے، وان الرزیۃ کل الرزیۃ،

اور جن حلقون مین ایسی جنبہ داری کے بغیر یہ ذوق نظر آتا ہے، ان مین تو تحقیق خالص ہے، نہ فکر صحیح، بلکہ اپنے مستشرق شیوخ کی پیروی تک انکی منتہا ہے، ایسے ارباب نظر کا ماخذ جبات کتب نہین، بلکہ تجربات ہین، جن پر یون داد سخن ملتی ہے، کہ گویا اکتشاف فرمایا جا رہا ہے، اور حال یہ ہے، کہ قدم قدم پر ٹھوکرین ہین،

[1] جلد ۲۲ (بابت ماہ اکتوبر و نومبر و دسمبر ۱۹۲۸ء)

یون مری فردِ عمل وقفِ مئے و مے خانہ ہو

کوئی سجدہ ہے تو وہ بھی لغزشِ مستانہ ہو

ایک طبقہ ان مصنفین تانیتن کا ہے، جو علوم سے آگاہ ہین، اور مسائلِ مہمہ پر لکھنا چاہتے ہین، مگر زبانِ قلم بمنزلۂ ولایکا دبین ہے، اُس زبان مین کم مایگی کی وجہ سے جس مین اپنا ما فی الضمیر ادا کرنا ہے، ورنہ ہندوستان مین علم حدیث پر خامہ فرسائی کے لئے یہی بوریانشین تھے، ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فمنھم ظالم لنفسہ ومنھم مقتصد ومنھم سابق بالخیرات باذن اللہ ذلک ھو الفضل الکبیر،
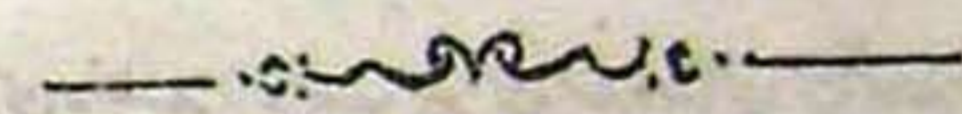
کل کا واقعہ ہے کہ دولتِ خداداد بھوپال مین تدریساً و تصنیفاً بزمِ تحدیث گونج رہی ہے، انہی بوریانشینون مین سے ایک درویش صفت مردِ مومن (امیر الملک نواب والاجاہ سید صدیق حسن خان[1]) کی وجہ سے یہ نگارنگ بزم آرائیان اُسی کے جذب توجہ کا کرشمہ ہین، آئیے ذرا دیر مل بیٹھین، اور

حکایتِ قدآن یار دلنواز کنیم

باین فسانہ مگر عمر خود دراز کنیم

اللہ رے اثر توجہ! ملک بھر کے فضلاء جمع ہین، مگر سب امیر الملک کے ہم مسلک ہی نہین ہین، بلکہ ممتاز اماثل مولانا علی عباس چریاکوٹی احناف کے سرخیل ہین، فضلاء گوپامئو کے ذمہ شعرائے فارسی کی حرف وحکایت ہے، روزِ روشن کا پردہ صبا[1] گوپامئوی کے ہاتھون اٹھتا ہے، یہ اس مضمون تُرِ دامانِ مصنفین صدیقی کی ۵ وین کتاب ہے، اس مین ۲۴۱۱ شعراء[2] کا تذکرہ ہے، شمعِ انجمن، صبح گلشن، نگارستانِ سخن، اور اخترِ تابان، اول الذکر کے ساتھ ملا کر خمسۂ صدیقی کہہ لیجئے، آخر الذکر صرف شاعرات پر ہے،

---

[1] مظفر حسین صبا (مؤلف روزِ روشن) [2] روزِ روشن ص ۲۲۲،

شعراء مین یوسف[1] ہین، شیخ احمد شیروانی کے صاحبزادہ رفعت[2] ہین، ہمسوانی اہلِ سخن مین سے اعجاز[3] و جمیل[4] و نکہت[5] ہین، ذوق[6] کاکوروی ہین، زہری[7] ہین، شہیر[8] ہین، اعظم[9] ہین، ان کا وطن خیرآباد اور مولانا عبدالحق خیرآبادی کے شاگرد ہین، نوش[10] (گنج منوہرلال) ہین،

بزمِ مشاعرہ ہر مہینے منعقد ہوتی ہے، ایک مشاعرہ کی طرح

ع در دیار نشستیم کہ نتوان برخاست

تھی، صبح گلشن مین اس کا نظارہ دیکھئے،

شبِ موعود بر وقت معہود کمر خدمت بر میان جان بستند و بحضور محفل صفا منزل سرمایۂ سعادت اندوختند و بر زانوے ادب نشستند و چشم بر تحریک شفاہ برکت اکتناہ دوختند طبع دراک ادا فہم ہر اد اشتیاق منتظران رسید و باین غزل کرامت نشان جنبید

جذبۂ شوق گر از جانب کنعان برخاست — بوے پیراہنِ یوسف زگریبان برخاست

یہ وہی بوریانشین میر مشاعرہ ہین، مقطع مین فرماتے ہین:-

اے خوشا حال کہ نواب من از شہرتِ شعر — ہمہ در ہند نشست و ز صفاہان برخاست

دوسرے شاعر کی گوہر افشانی سنئے،

دگر آن سلسلۂ موزلف پریشان برخاست — دوستان مژدہ کہ تقوی شد و ایمان برخاست

---

[1] مولوی محمد یوسف علی گوپامئوی والد گرامی صبا ممدوح [2] نام محمد عباس صبحِ گلشن ص ۵۵۳، [3] محمد عبدالعزیز، صبح گلشن ص ۶۲۲، [4] سید جمیل احمد: صبح گلشن ص ۶۲۲، [5] نکہت شاکر حسین، [6] مولوی محی الدین خان ذوق کاکوروی صبح گلشن ص ۶۲۴ [7] منشی محمد جعفر زہری، صبح گلشن ص ۵۵۲ [8] خان محمد خان صاحب شہیر، صبح گلشن ص ۵۵۰ [9] مولوی محمد اعظم حسین اعظم فرزند مولوی لطف حسین خیرآبادی: صبح گلشن ص ۵۵۳ [10] صبح گلشن، ص ۵۲۹،

یہ نواب زادہ ہیں (فرزند مبین) سید نور الحسن خان کلیم، مقطع سنیئے،

باچہ گویم کہ چون رفت زکوے تو کلیم
قصہ کوتاہ بصد حسرت و ارمان برخاست

تیسرے شاعر کے سامنے شمع آتی ہے،

فتنہ شد شور و از ان چہرۂ تابان برخاست
پردہ شد شرم و زرخسارۂ جانان برخاست

یہ افتخار الشعراء حافظ خان محمد خان شہیر ہیں، مقطع ملاحظہ ہو،

نغمہ از غزل و زمزمۂ مدح شہیر
ہمہ از محفل صدیق حسن خان برخاست

چوتھے شاعر مولوی محمد احسن ہیں، دو غزلیں پڑھیں، ایک کا مطلع ہے،

عرق آلودہ چون آن آفتِ دوران برخاست
فتنہ از ہر طرفش مردم جنباں برخاست

اور مقطع ہے:!

لب ہر زخم منش گفت دعاہا احسن
چارہ سازم چو بسامان نمکدان برخاست

۵- مولوی محمد یوسف گوپاموی کا ایک شعر یہ ہے،

۵- نیست این زلف پریشان برخ فر فروغ
دود از مشعل خورشید درخشان برخاست

۶- رفعت کا سر نیاز جھکتا ہے،:-

تمک خونخوار بکف تیغِ سر افشان برخاست
خوب شد باز سر از دوشِ عزیزان برخاست

زہری مقطع میں کہتا ہے:-

روح عرفی بہ پذیرفتنش آمد در پیش
زہری چون سوے شیراز غزلخوان برخاست

اعظم کا ایک شعر سنئے،

اعتبار عجب آورد سپہر نیلی
ہست دردے کہ زآہ دل سوزان برخاست

ایک رنگین نوا کا ترانہ ہے:!

تا زآغوش من شیفتہ جانان برخاست
دل زپہلو بدر افتاد زتن جان برخاست

یہ کنج منوہر لال نوش تھے، ان کا ایک اور شعر ہے:!

ماتت بادِ خود نقش محبت بنشست
فرصتت باد جنون! ابر بہاران برخاست

ایک سخن گو فرماتے ہیں:-

تو و آن غمزے کہ در فکر متاع دین است
من و آن دل کہ چو گبر از سر ایمان برخاست

یہ ارشاد احمد محوی پھلتی تھے،

شاعر محسن[1] ہیں:-

بین کہ از کوے تو عاشق بچہ عنوان برخاست
خلق نالان بدم خنجر بران برخاست

محسن کے مقطع کی تزئین ملاحظہ ہو،

محسن این ابر گہربار کہ بیتے گر و بیست
کز در دولتِ صدیق حسن خان برخاست

یہ رام پور کے ایک نوجوان ہیں، عبد الجبار خان نام اور جامی تخلص، انھوں نے ۱۲- عدد پورے کر دیئے،

لذتِ ذبح چون دریافت رگِ گردنِ ما
قاتلِ ما زسر نعش پشیمان برخاست

فلاکت زدہ ہیں یہ شعر اُسی تاثر کا نتیجہ ہے،

صبحِ امید وطن بے رُخ جانان شام است
عاقبت حضرتِ یعقوب زکنعان برخاست

میر مشاعرہ کی نگہ التفات کے منتظر ہیں، شعر عرض ہوا،

حبذا جذبۂ آن شوق کہ جامی ز وطن
جانبِ حضرتِ صدیق حسن خان برخاست

---

[1] منشی افتخار احمد محسن، صبح گلشن ص ۵۵۵،

صبا کی محشر خرامی دیکھئے،

الحذر اے فلک از من کہ ترا خواہد سوخت آہ جان سوز گر از دل شرر افشان برخاست

مظفر حسین گوپاموی (مؤلف روز روشن) یہی صبا ہین، ان کا ۱۳ وان مقام ہے،

بزم اٹھنے کو ہے اعظم (سید محمد اعظم حسین بن سید محمد زکی) نے اس پر ہی تو فرمایا،

چرخ از جور بیارام! کہ جانان برخاست فتنہ در گوشہ نشین! کافتِ دوران برخاست

شب سراسیمہ نشینم بخیالِ زلفش چون سحر خیز کہ از خواب پریشان برخاست[1]

اس مشاعرہ مین ۱۴ حضرات نے اپنا اپنا کلام سنایا، اللہ رے جامعیت صدیق الحسن!،

ہر کہ بنشست بہ پہلوے تو شادان بنشست

چون سحر خیز کہ از خواب پریشان برخاست[2]

مجلس علما کا منظر | علماے اہلحدیث مین جس کی قسمت نے یاوری کی، وہ نورتن صدیقی مین شامل ہوا، یمنی برادران مین سے شیخ حسن محدث (م $\frac{۱۳۲۶ھ}{۱۹۰۹ء}$) اور شیخ زین العابدین تھے، اول الذکر امیر الملک کے استاد بھی ہین، اور دوسرے صاحب قاضی مملکت (بھوپال) ان کی رحلت کے بعد یہ عہدہ شیخ محمد علی مچھلی شہری (م $\frac{۱۳۳۰ھ}{۱۹۱۱ء}$) کو تفویض ہوا، یہ ایک واسطہ سے امام شوکانی کے شاگرد ہین، ان مین شیخ عبدالحق بنارسی (م $\frac{۱۲۶۸ھ}{۱۸۵۱ء}$) ہندوستان کے علماے شہیر سے ہین، علوم حدیث پر ۲۵ کتابین لکھین، ان مین النعمۃ السابقۃ فی تخریج حجۃ اللہ البالغہ بھی ہے، یہ سب قلمی ہین، ابھی تک ایک بھی نہین چھپی، شیخ کے ورثا، کے پاس ہین، مولانا شمس الحق صاحب عون المعبود (م $\frac{۱۳۲۹ھ}{۱۹۱۱ء}$) نے بہت کوشش کی، مطبع انصاری (دہلی) عروج پر تھا، مگر ان کے اخلاف نے قاضی صاحب کے مصنفات مین سے ایک کتاب بھی نہ دی،

---

[1] ستفاد از (تذکرہ) صبح گلشن ص ۴۹۵ تا ۵۵۲ [2] تذکرہ صبح گلشن ص ۵۰۰ از غزل نواب صاحب

[3] تراجم علماے حدیث ہند ج ۱ ص ۳۷۹،

قاضی محمد مچھلی شہری کا تقرر | والیہ بھوپال حضرت علیا جناب نواب شاہ جہان بیگم صاحبہ ریاست کے تمام امور اپنے والئی اور فخر زمان شوہر نواب والاجاہ علیہ الرحمہ کے مشورہ سے سرانجام دیتی تھین، قاضی القضاۃ مولانا زین العابدین انتقال فرما چکے تھے، حضرت نواب صاحب متلاشی تھے، کہ اسی تردد مین آپ نے حضرت عبداللہ صاحب غزنوی کو خواب مین دیکھا، وہ ایک شخص کی طرف اشارہ کرکے فرما رہے ہین کہ ان کو مقرر کردو، ان کا نام محمد ہے، بیدار ہوئے، تو حلیہ اور نام دونون ذہن مین محفوظ رہ گئے، اتفاق سے قاضی صاحب بھوپال پہنچے، نواب صاحب سے ملنے گئے، تو انھون نے دیکھتے ہی فرمایا، بس یہی صورت تھی، نام پوچھا تو وہی پایا جس کی بشارت خواب مین ہوئی تھی، عہدۂ قضاۃ پیش کیا، یہ ۱۵ رجمادی الاخری $\frac{۱۲۹۶ھ}{۱۸۷۹ء}$ کا واقعہ ہے،

حضرت والاجاہ ان کی بہت قدر افزائی فرماتے تھے، ایک مرتبہ نواب صاحب سے عرض کیا کہ آپ نے علم حدیث کی بہت خدمت کی، مگر عربی زبان مین بلوغ المرام کی شرح محدثین کے طرز پر نہ لکھی، چند روز بعد والاجاہ نے فتح العلام شرح بلوغ المرام لکھ کر چوبدار کے ہاتھون قاضی صاحب کے پاس بھیج دی، انھون نے کھول کر دیکھا تو دل کی پژمردہ کلی کھل گئی،

$\frac{۱۳۰۳ھ}{۱۸۸۵ء}$ مین جب حضرت والاجاہ نوابی سے معزول کر دیئے گئے، اور قواے سلطنت مین اضمحلال آنا شروع ہوا، تو یہ نزاکت دیکھ کر قاضی صاحب نے استعفا پیش کر دیا، اس موقع پر حضرت علیا نواب شاہ جہان بیگم صاحبہ[2] نے ایک لاکھ روپیہ قاضی صاحب کی خدمت مین بطور رخصتانہ پیش کیا،[3]

مولانا سلامت اللہ جیراجپوری | مولانا سلامت اللہ جیراجپوری (م $\frac{۱۳۲۲ھ}{۱۹۰۴ء}$) اکابر اہلِ الحدیث سے ہین،

---

[1] مشہور عامل بالحدیث من غیر تقلید حاجی از غزنی و مقیم امرتسر (م $\frac{۱۲۹۸ھ}{۱۸۸۱ء}$) (مولانا محمد داؤد صاحب غزنوی کے جد بزرگوار) سلسلۂ ہندوستان مین علم حدیث پر آپ کا ذکر بھی کیا جاسکتا ہے، فھل من مذکر،

[2] م $\frac{۱۳۱۹ھ}{۱۹۰۱ء}$

[3] تراجم علماے حدیث ہند ج ۱ ص ۳۰۶ تا ۳۰۹،

سے ہیں، کتب درسیہ کا زیادہ حصہ مفتی صاحب فرنگی محلی سے پڑھا، پھر دہلی جا کر حضرت میاں صاحب سے حدیث کی تکمیل کی، اس کے بعد نہایت انہماک کے ساتھ توحید کی اشاعت اور تبلیغ کرنے لگے،......

ایک زمانہ تک بنارس میں قیام رہا، اور وہاں علوم حدیث و تفسیر کی کتابوں کا درس دیتے رہے، پھر نواب صدیق حسن خان صاحب نے آپ کو بھوپال میں بلایا، اور مدرسہ و تفقیہ کا مہتمم مقرر کر دیا، شاہ جہان بیگم والیۂ بھوپال آپ کا بہت احترام کرتی تھیں، اُن کے عہد میں بھوپال کے واعظ شہر آپ ہی تھے، کوئی عالم مسجد جامع میں آپ کی اجازت کے بغیر وعظ نہیں کہہ سکتا تھا، اس کے معاوضہ کے لئے بیگم صاحبہ موصوفہ نے کئی بار کہا، مگر آپ نے قبول نہ فرمایا،

آپ کے تلامذہ اساتذہ بنتے گئے، مثلاً مولانا حفیظ اللہ صاحب مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، آخر عمر میں مولانا سلامت اللہ کا منصب ریاست بھوپال کی طرف سے مقرر ہو گیا تھا، وہیں جسد عنصری سے روح کا انفصال ہوا[1]،

مولانا محمد بشیر سہسوانی | تیسرے اہل حدیث عالم مولوی محمد بشیر سہسوانی (م ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) ہیں، وہ سر برآوردگان روزگار میں تھے، سرکار عالیہ اور جناب والاجاہ حضرت نواب صاحب نے بارادت دلی آپ کا اعزاز واحترام کیا، اور مدارس ریاست کی افسری کا عہدہ تفویض ہوا، یہ ۱۵ محرم ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء کا واقعہ ہے،

بھوپال کے زمانہ قیام میں حدیث و تفسیر کا درس جاری تھا، اور مسائل مستفتی بہا پر مجتہدانہ انداز سے افتار لکھے جاتے تھے، اعزا و اقارب پر الطاف کریمانہ کی بارش رکھتے تھے، الغرض جس طرح آگرہ سے اس علم کی مہک بھوپال تک پہنچی تھی، اسی طرح بھوپال سے یہ مشام جان تمام اکناف ہند میں پھیل گئی،

موصوف کے زمانہ قیام (بھوپال) میں حضرت نواب صاحب اور مولانا عبد الحی مرحوم لکھنوی کا وہ مشہور تاریخی (تحریری) مناظرہ شروع ہو گیا تھا، جس میں طرفین نے متعدد رسائل لکھے[2]، اسی اثناء

[1] تراجم علمائے حدیث ہند ص ۳۰۰ تا ۳۰۱ [2] مولانا ان کتابوں پر اپنا نام ثبت فرماتے تھے مگر نواب صاحب و سردن کا

میں مولانا لکھنوی نے ابراز الغی میں کہیں یہ خیال ظاہر فرمایا، کہ نواب صاحب کے پردہ میں مولانا بشیر لکھتے ہیں[1]، اس پر مولانا موصوف نے بسعی کمال علامہ معترض کے اس الزام کو رفع کیا، اور ہر دو اصحاب کی صلح سے گویا قران السعدین کرانے کی سعادت حاصل کی،

بھوپال میں حقوق راعی و رعایا پر بڑی خوبی سے ترغیب و ترہیب فرماتے تھے، اور احکام الٰہی کے سامنے کسی کے شخصی احترام کو خاطر میں نہ لاتے تھے،

الغرض اسی طرح حضرت نواب صاحب کے سایۂ الطاف و کرام میں ۱۲ سال گذارے، کہ خلد آشیان نے ۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء کو رحلت فرمائی، جس سے اہل علم کے حلقہ میں عام مایوسی پیدا ہونے لگی، اس لئے مولانا موصوف بھی دل برداشتہ ہو گئے، مگر حضرت علیا نواب شاہ جہان بیگم صاحبہ نے انھیں بھوپال سے کسی طرح جانے نہ دیا[2]،

والاجاہ کے زمانہ کا ایک واقعہ ذکر کے لائق ہے کہ ایک مرتبہ والاجاہ شہ نشین پر رونق فرما تھے، اور حاشیہ میں حضرات علمائے عظام کے ساتھ مولانا محمد بشیر بھی تشریف فرما تھے، کوئی رسالہ تکمیل کر کے لائے تھے، اور اس کو والاجاہ کی خدمت میں پیش کیا تھا، والاجاہ نے ملاحظہ کے بعد فرمایا، مولوی صاحب! ایک التجا ہے، مولانا نے کہا ارشاد! فرمایا، یہ رسالہ مجھے اس قدر پسند آیا ہے، کہ جس کی وجہ سے جناب تھوڑی دیر کے لئے میری جگہ شہ نشین پر تشریف فرمائیے، میں آپ کی جگہ پر بیٹھوں، مولوی صاحب نے فرمایا، سرکار! ہم لوگ آپ کے نمک خوار اور ممنون احسانات ہیں، یہ جرأت کیونکر ہو سکتی ہے، فرمایا! یہ میری درخواست ہے، ضرور قبول فرمائیے، تعمیل ارشاد ہوئی، نواب والاجاہ شہ نشین سے ہٹ کر حاشیہ میں آ بیٹھے، اور مولانا شہ نشین پر جلوہ بار ہوئے، اور اس دن کی نشست اسی طور پر ہی[3]

[1] شاید مولانا کا یہ خیال مناظرانہ کتب پر نہ تھا، بلکہ کتب مہمات پر تھا [2] تراجم علمائے حدیث ہند جلد ص ۲۵۱ و ۲۵۲

[3] یہ واقعہ راقم السطور سے مولانا احمد اللہ مرحوم شیخ الحدیث دار الحدیث رحمانیہ دہلی نے بیان فرمایا،

مولانا محمد اسمٰعیل علی گڑھی

علماء اہلِ حدیث میں سے جو حضرات بھوپال میں قیام فرما ہوگئے، ان میں ایک مولانا محمد اسمٰعیل علی گڑھی (م ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء) ہیں، یہ بھی علماء فحول میں سے تھے،

علی گڑھ میں مولانا شاہ عبدالجلیل شہید علیہ الرحمۃ اکابر علماء میں سے گذرے ہیں، علوم ظاہر کے ساتھ فیوض باطن سے بھی متمتع تھے، معقولات میں مولانا بزرگ علی مارہروی کے شاگرد اور حدیث و فقہ میں شاہ محمد اسحاق دہلوی سے مستفیض تھے، اور خلافت حضرت سید احمد بریلوی نے عطا فرمائی تھی، جامع مسجد علی گڑھ کی امامت تفویض تھی، کہ اس وقت کے معیار کے مطابق یہ سب سے بڑا منصب تھا، اس پر ۵۷ء کی جنگ آزادی کی علم برداری نصیب ہوئی، میدان وغا میں اُترے، جہاد کیا، یہ جنگ سونہال کے باغ (جو چنجہ سٹرک آگرہ کو گئی ہے) پر ہوئی، جس میں فائز بہ شہادت ہوئے، مسلمانان علی گڑھ نے آپ کی نعش مبارک آپ کے دوسرے ہمراہیوں کی لاشوں کے ساتھ جامع مسجد میں دفن کی، یہ حظیرۃ (القدس) جامع مسجد کے شمالی دروازہ سے اندر جاتے ہوئے ملتا ہے، سال شہادت ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۷ء ہے،

صاحب ترجمہ مولانا محمد اسمٰعیل مرحوم آپ ہی کے خلف الصدق تھے[۵۱]، اور اپنے پدر بزرگوار سے علوم وراثت میں پائے، اور علوم کی خدمت انجام دیتے رہے، اُن کے تجر علمی کی دھوم بھوپال پہنچی، تو نواب صاحب نے قاضی شہر کا عہدہ پیش کیا، مگر موصوف کو اپنے قدیم کرمفرما نواب محمد خان (چھتاری) کی مفارقت گوارا نہ ہوئی، اس کے کچھ دنوں کے بعد نواب صاحب آگرہ تشریف لے گئے، تو مولانا موصوف ملنے کے لئے گئے، حاضری میں قدرے تعویق ہوئی تھی، اس لئے معذرت کے طور پر کہا

"قدمبوسی کا تو غیر معمولی اشتیاق تھا، مگر درمیان کی احتیاط سے قدرے تاخیر ہوگئی"

نواب صاحب نے فرمایا:-

"قدر درویش را دربان نباید"

---

۵۱ تراجم علمائے حدیث ہند ج ۱ ص ۲۲۳ بضمن ترجمہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب علی گڑھی)

مولانا نے جواباً فرمایا:-

"بباید تا سگ دنیا نیاید"

اس پہلی ملاقات کا حضرت خلد آشیان پر خوشگوار اثر پڑا، اس کے بعد نواب صاحب سے شرف مکاتبت حاصل رہا، اپنی تصانیف دربار عالی میں پیش کیں اور خلد آشیان نے ایک سو روپیہ ماہوار وظیفہ تاحیات جاری فرما دیا[۵۲]،

حفاظ صحاح

حضرت والاجاہ نے جس طرح قرآن پاک حفظ کیا جاتا ہے، اسی طرح کتب احادیث صحاح ستہ و مشکوٰۃ بشمول بلوغ المرام کے حفظ کا اعلان فرمایا، ہر ایک کتاب پر انعامی رقم کی تعیین فرمائی، راقم الحروف کو اس سلسلہ کے دو حضرات سے شرف نیاز حاصل کرنے کا موقع ملا ہے، ایک مولوی حافظ عبدالوہاب نابینا دہلوی[۵۳] (م ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء) اور دوسرے مولوی عبدالتواب غزنوی علی گڑھی[۵۴] ہیں، جو بحمد اللہ بقید حیات موجود ہیں، ان دونوں کے مواعظ میں راقم نے سرود حدیث کا ایسا سماں دیکھا کہ:- ع

جو دل میں نہاں ہے وہ بیاں ہو نہیں سکتا

فمنهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص عليك

امام شوکانی اور نواب والاجاہ مرحوم

یہ نواب والاجاہ مرحوم کی ریاست کے فیضان کا ذکر تھا، خود نواب والاجاہ نسباً سید الحسینی تھے، مسلک عمل بالحدیث من غیر تقلید تھا، اور ان محاسن کی وجہ سے ہند و عجم کے تمام اہلحدیث کے سرخیل ہیں، نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام عالم اسلام میں امام شوکانی (محمد بن علی ابن محمد بن عبداللہ (م ۱۲۵۵ھ/۱۸۴۱ء) کے معرف ہونے کا فخر موصوف ہی کو حاصل ہے، کہ جو کچھ ملا، اسی

---

۵۲ تراجم علمائے حدیث ہند ج ۱ ص ۲۲۸، ۵۳ تراجم علمائے حدیث (بضمن ترجمہ علمائے دہلی) جلد ۱ ص ۱۰۰،
۵۴ تراجم علمائے حدیث ہند ج ۱ ص ۲۳۳، بضمن ترجمہ علمائے علی گڑھ

کی نسبت اجازہ و طرز استدلال و خزائن کتب کے مطالعہ سے ملا، امام شوکانی کے ترجمہ کے ضمن میں فرماتے ہیں :-

"واز محاسن اتفاقات آنست کہ در حال تحریر این کتاب در ماہ ربیع الاول ۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۰ء شبے کہ صبح آن تاریخ ششم از ماہ مذکور بود، حضرت ایشان را در خواب دیدم و شرح منتقی را در حالتے کہ کتاب در دست من است بر ایشان قرأت کردم و بلا واسطہ اجازت حاصل نمودم و تا دیر گاہ سخن در میان رفت"

و ہکذا پیش ازین بدو سہ سال در منام دیدم کہ ایشان تشریف آوردہ اند و بر مؤلفات من ثنا نمودہ و عزیزے دیگر در خواب دیدہ کہ دختران ایشان بخانہ من از زمین قدوم آوردہ اند تعبیر رفت"!

"کہ مراد بآمدن ایشان ..... در مؤلفات محرر سطور، در ہر پیرایۂ عربی و عجمی و شیوع یافتن آن بتوسط این عاجز در امصار و بلدان دور و نزدیک شرقاً و غرباً دینیاً و شمالاً[1] و للہ الحمد"

اسی نسبت نے اُن کی زبان قلم سے قاضی شوکانی کا فسانہ اطراف عالم میں سنایا،

رسید مژدہ کہ آمد بہار و سبزہ دمید وظیفہ گر برسد مصرفش گلست و نبید

شیخ کے تذکرہ میں فرماتے ہیں،

"مصنفات مطولات و مختصرات تالیف نمود اسماے بعضے ازان در اتحاف و ابجد العلوم و جز آن در ترجمہ شریفش نوشتہ ایم ازان جملہ شرح منتقی ست در ہشت مجلد کہ درین نزدیکی ۱۲۹۰ھ ہجری بہ بذل ہمت رئیسہ معظمہ صاحب قران تاج ہند نواب شاہ جہان بیگم والیۂ حوزۂ بھوپال محمیہ در مصر قاہرہ بمطبع بولاق ہزار نسخہ ازان بصرف بست و پنج ہزار مبلغ

[1] تاج المکلل من جواہر مآثر الآخر و الاول للنواب ص ۳۱۰،

(۲۵۰۰۰ ہزار) مطبوع شدہ"

"و بر ہامش آن عون الباری بحل ادلۃ البخاری ست از افادات تلامذۂ او یعنی این جانی فانی عفا اللہ عنہ"

"و از ان جملہ تفسیر فتح القدیر دلیل جرار و بل النعام است و ہمہ مؤلفاتش مقبول و مرغب فیہا و معشوق علماے سنت است در بدو طالع بذکر بعض مصنفات و حقائق آن پرداختہ و نام ارشاد الفحول در اصول فقہ بردہ و گفتہ و ہو الآن فی عملہ اعانہ اللہ علی تمامہ ثم تمم بعد ذلک فی مجلد و این کتاب را مختصر یست از کاتب حروف حصول المامول نام کرد اولاً در ہند و ثانیاً در قسطنطنیہ طبع شدہ و بجمیع اقطار عرض رسیدہ و سرمایۂ اہل اتباع گردیدہ"

"بعدہ گفتہ و قد جمع من رسائلہ ثلثہ مجلدات کبار ثم لحق بعد ذلک قدر مجلد و سمی الجمیع الفتح الربانی فی فتاوی محمد الشوکانی و جمیع ذلک رسائل مستقلۃ و ابحاث مطولۃ و اما الفتاوی المختصرہ فلا تنحصر ابداً و این کتاب نزد این بندہ شرمندہ موجود ست و از ان در دیل الطالب و جز آن انتفاع کثیر بدست آوردہ و ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم"

"قال و ہو الآن یشتغل بتصنیف الحاشیۃ علی الازہار و سماہا السیل الجرار و ہی مشتملۃ علی تقریر ما دل علیہ الدلیل و دفع ما خالفہ و التعرض لما ینبغی التعرض لہ والاعتراض علیہ من شرح الجلال و حاشیتہ و ہذا الکتاب ان اعان اللہ علی تمامہ فیعرف قدرہ من یعرف بالفضائل ولا یجحد ما وہب اللہ لعبادہ من الخیر قال تم ہذا الکتاب بمعونۃ اللہ تعالیٰ"[1]

فتح البیان اور فتح القدیر کا ماجرا

فتح القدیر (شوکانی) کے طبع ہو جانے کے بعد والا جاہ کے

[1] التاج المکلل ..... ۳۰۶، ۳۰۷،

خلاف معاندین نے وساوس سے کام لینا شروع کر دیا تھا، مگر ایک فتح البیان ہی پر کیا موقوف ہے، منکرین والاجاہی نے تو بہت ہی کچھ کہا ان کی بیشتر تالیفات پر کہا، کہنے والوں میں وہ راسخون فی العلم بھی تھے، (اور ابھی تک اُن کے بقیۃ السلف باقی ہیں،) جو اردو بھی صرف اس لئے جانتے ہیں، کہ یہ ان کی مادری زبان ہے، ورنہ فارسی سے بیگانہ اور عربی میں اب تک قرآن مجید بھی اُن کے لئے معمّا، اور پھر:۔ ع

اس پہ مچلے ہیں کہ ہم درد جگر دیکھیں گے

آپ نے حصول المامول (للنواب) کا ماخذ اوپر پڑھ لیا، یہ السیل الجرار ہے، ملاحظہ فرمائیے:۔

"گویم درین نزدیکے کتاب سیل جرار را در پارسی زبان اختصار و ترجمہ نمودہ ام و نامش بدور الاہلہ من ربط المسائل بالادلہ نہادہ درین ولا از قالب طبع بر آمدہ است کتابے در فقہ سُنت و مرجحات احکام بسے نادر و غریب افتادہ نفع اللہ بہ المسلمین المتبعین"[1]

اور فتح القدیر کے متعلق تو ارشاد ہے،:۔

"وھو الآن یجمع تفسیر الکتاب اللہ جامعًا بین الدرایۃ والروایۃ ویرجوا للہ ان یعین علی تمامہ بمنہ وفضلہ"

"ثم من اللہ ولہ الحمد بتمامہ فی اربعۃ مجلدات کبار"

"واین تفسیر را جامع این اوراق اوّلاً اختصار کرد و پس بر آن از دیگر تفاسیر معتبرہ چیزہا افزودہ تا آنکہ کتابے مستقل گردید و مسمّی شد بفتح البیان فی مقاصد القرآن"

"و در طبع و اشاعت آن بست ہزار سکہ کلدار تقریبًا صرف افتادہ و نزدیک است کہ از قالب طبع جوانب بار دیگر جلوہ افروز شدہ و باللہ التوفیق"[2]

---

[1] التاج المکلل ...... حاشیہ ص ۵۴۲ [2] ر ...... ص ۳۰۰،

یجیبل المنزلۃ مصنف کس تفصیل سے اپنے مصنفات کا ماخذ بتا رہا ہے، معترضین نے امام شوکانی کا نام سن لیا، ان کی تصانیف میں فتح القدیر کا ذکر پڑھ لیا، یہ جانتے تھے، کہ نواب صاحب شوکانی کے مسترشد ہیں، بات بن جائے گی، فرما دیا کہ فتح القدیر ہی کو فتح البیان کے نام سے چھپوا دیا، اور ہندوستان میں عاملین بالسنۃ پر ایسا الزام کونسی بڑی بات ہے،

اعتراضات کی ایک نوعیت یہ بھی ہے کہ امیر الملک کی بعض تحریروں پر مسلک اہلِ حدیث کے خلاف ہونے میں اعتراض ہے، جیسا کہ اخبار اہلِ حدیث امرتسر ۱۲ و ۲۶ اپریل ۱۹۴۶ء میں ایک مضمون چھپا ہے، افسوس یہ ہے کہ محبین کی نظر بھی تصانیف والاجاہی کے غوامض پر نہیں، اس لئے جب بھی ان پر کسی تقلیدی تحریر کی وجہ سے نقص ہوتا ہے، تو نواب صاحب کے یہ نادان دوست آپ کی تحریروں کی ذمہ داری سے بیگانہ وشی برتنے لگتے ہیں، آخر تو "قول قدیم" و "قول جدید" یا "رجوع" مصطلحات دینی ہیں، جن کے کچھ نہ کچھ مفہوم و مصداق ہیں، کتاب اللہ میں ۲۰۰ سو آیات منسوخ نہ سہی، صرف ۵ آیتیں سہی، یا بقول بعض الناس[1] اس عہد حال ایک بھی منسوخ نہ سہی، مگر اصول نسخ کی تنسیخ اس وقت تک نہ ہو سکے گی جب تک قرآن مجید انہی آیات و الفاظ و ترتیب بیان کا مرقع ہے، جس میں مرقوم ہے ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا الم تعلم ان اللہ علیٰ کل شیئ قدیر گویا منسوخات یا قول قدیم کے متعلق والاجاہ فرماتے ہیں، یعنی عمر کے، اوین سال سے تصنیف شروع ہوئی

(۱) "و ہیچ دہ سالہ بلکہ کمتر ازان بودم کہ شوق تالیف و تحریر تراجم دامن گیر دل شد، تا آنکہ مؤلفات بسیار در ہر سہ زبان فرس و اردو و تازی بہم رسید و اکثرے ازان در ہمان زمان تالیف در کانپور و دہلی وغیرہما، مطبوع گردید"

عمر پختہ ہوئی، تجربہ بڑھا، مطالعہ وسیع ہوا، اب پہلا لکھا ہوا اپنی ہی نظر میں تقویم پارینہ بن گیا یعنی

---

[1] امیر المومنین، از فرق احمدیہ قادیانیہ!

۲۔ "اما بعد ازان کہ عبور بر دواوین سنت و صحف فقہ حدیث و کتب علوم اجتہاد میسر گشت ساختہ دیر داختہ پیشین چون تقویم پارین نظر آمد، پس مقدار کثیرے را ازان مولفات از دائرۂ اعتبار بیرون انداختہ شد، زیرا کہ بر انجاد اہل تقلید بود و طریقۂ حنفیہ داشت در تحریر "فروع"

یہ تو ایسی تصانیف ہین کہ اوائل عہد مین مدوّن فرمائین، وہ مذاق قوم کے مطابق تھین، اور بلوغ علم کے بعد؟ یعنی

۳۔ واکنون بعون اللہ تعالیٰ وحسن توفیقہ، انچہ بقلم می آید، و تالیف و تصنیف می یابد ہمہ معتمد بر دلیل و طرح تقلید ست و رائحۂ از تعریجات راے و تخریجات اہل راے ندارد نخبۃ النخبہ حقائق محررہ ائمۂ اعلام ست......"[۱]

امام شوکانی کا کچھ اور ذکر خیر — نواب والاجاہ مرحوم تاج مکلل مین فرماتے ہین :۔

"گویم وبرکت وی رضی اللہ عنہ در بعض تلامذۂ او نیز سرایت کرد تا آنکہ مولفات او در لسان عجم و عرب و در فنون دین و علم ادب و مصنفات مطولہ و مختصرۂ او در معارف کتاب و مدرک سنت عالمگیر شد و اقطار گیتی را از شرق و غرب و یمین و شمال فرا گرفت و دہماے اہل علم از جمیع امصار بعیدہ و اقطار دور دست بسوے او متوجہ گردیدہ مصنفین عصر مولفات خود را نزد او می رسانند و نوے اجازت می ستانند و جریان کتابت می خواہند، چنانکہ درین سال سید علامہ خیر الدین نعمان الوسی زادہ مفتی دار السلام بغداد کتاب جلاء العینین فی محاکمۃ الاحمدین فرستاد و فقیہ فہامہ شہاب الدین بن بہار الدین مرجانی حنفی قزان سہ مؤلف خود را اہدا کرد، یکے منتخب الوفیہ در ضبط تواریخ، دو وفیات اکابر علماے امت از عہد نبوت تا زمان والد خود و کتاب فوائد مہمہ و مواعد متمہ در علم قرآن و رسم مصاحف عثمان

---

[۱] از نمبر ۱ تا نمبر ۳ مقتبس ہے تاج مکلل ... ص ۳۰۵ سے

"و کتاب حق المعرفۃ و حسن الادراک بما یلزم فی وجوب الفطر والامساک و این ہر سہ نسخہ در بلدۂ قزان در ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء طبع شد"

"و شیخ علامہ برہان الدین بلغاری کتاب ناظورۃ الحق را اتحاف فرمودہ الیٰ غیر ذلک"

"واما مکاتیب علماے اقطار صنعا و مدائن یمنیہ و فضلاے حرمین شریفین و مصر و قدس شام و بیروت و تونس، و استامبول و جزائر و جز آن پس در حصر نمی گنجد تا آنکہ مجموعے کبیر ازان مجتمع شدہ"[۱]

نواب صاحب کی زبان قلم سے امام شوکانی کا یہ سراپا کمال تک سنایا جائے، ایما دا!

ذکر اس پری وش کا اور پھر بیان اپنا
بن گیا رقیب آخر تھا جو مہربان اپنا

(باقی)

---

[۱] تاج مکلل ص ۳۰۷، و ۳۰۸،

اسلامی نظریۂ سیاست

جناب مولانا حیدر زمان صاحب صدیقی پٹھان کوٹ

(۵)

اسلامی نظریۂ اجتماع سیاست کی عملی حیثیت،

گذشتہ مباحث مین اسلامی نظریۂ سیاست پر محض اصولی اور نظریاتی حیثیت سے گفتگو کی گئی تھی، اب یہ دیکھنا ہے کہ یہ سیاسی نظریہ محض فکر و ذہن تک ہی محدود ہے، یا اس مین ایک عملی حقیقت بننے کی صلاحیت بھی موجود ہے، کیونکہ محض نظری حیثیت سے کوئی حیاتیاتی نظریہ خواہ کتنا ہی خوبصورت اور دلفریب کیون نہ ہو، جب تک وہ حیاتِ انسانی مین خاص قسم کی تبدیلی پیدا کرکے اس کو اپنے منشار کے مطابق چلانے پر قادر نہ ہو، کسی توجہ اور التفات کا مستحق نہین،

عالم انسانی مین ہر چیز کا وجود اسباب و علل اور محرکات و دواعی کے وجود پر موقوف ہے، جب تک علتِ وجود اپنے تمام لوازم کے ساتھ وجود مین نہ آجائے، اس چیز کا عالم وجود مین آنا ممکن نہین، اس بنا پر کسی نظامِ حکومت اور فلسفۂ اجتماع کو بروے کار لانے کے لئے ضروری ہے، کہ جس خطۂ ارضی مین اس کو نافذ کرنا چاہتے ہین، وہان کے انسانون کے قلوب و اذہان مین ایک ایسی تبدیلی ہونی چاہئے، جو اس نظریۂ حیات سے مناسبت رکھتی ہو،

جب زمین مین غلہ پیدا کرنے کی صلاحیت ہی مفقود ہو تو اس مین کسی چیز کی کاشت کرنا اور اس سے ثمرات و نتائج کی امید رکھنا عبث ہے، اسی لئے سب سے پہلے ناقابل کاشت زمین کو گھاس

پھونس خودرو جڑی بوٹیون خاردار جھاڑیون اور ہر اس چیز سے پاک کرنا ضروری ہے جو عمل زراعت اور اس کے نتائج کے لئے مانع اور نقصان رسان ہو سکتی ہے، اس کے بعد کھاد اور پانی وغیرہ کے ذریعہ اس کی قوت و استعداد کو اپنے منشار کے مطابق بنانے کی سعی کرنا ہوگی، ان مراحل کے بعد فصل کی کاشت سے مفید اور کارآمد نتائج کی توقع کی جا سکے گی،

اسی طرح انسانون کو اگر کسی خاص شاہراہ عمل پر لانا مقصود ہے تو سب سے پہلے ان کے قلوب و اذہان کی زمین کو ناموافق تصورات کی آلائشون سے پاک، اور پھر مخصوص نظامِ تعلیم و تربیت کے ذریعہ ان کے قواے فہم و ادراک مین تبدیلی پیدا کرنی ہوگی، اس کے بعد جو عملی نظام اُن کے سامنے رکھا جائے گا، وہ اس کو بخوشی قبول کرنے پر آمادہ ہو سکین گے، پہلے عمل کو "تطہیرِ فکر" اور دوسرے کو "تعمیرِ فکر" سے تعبیر کر سکتے ہین، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ،	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگون کے دلون کو پاک کرتے ہین، اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہین،

قرآن حکیم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرایضِ رسالت مین سے تزکیۂ قلوب اور تطہیرِ فکر کو پہلے درجہ مین رکھا ہے، اور تعلیم و تربیت یعنی تعمیرِ فکر کو دوسرے درجہ مین، اور تعمیرِ فکر کے لئے کتاب اللہ اور حکمت یعنی علم سنت[1] کو بطور نصاب مقرر کیا ہے،

---

[1] معارف:- یہ صحیح ہے کہ حکمۃ کے معنی بعض روایتون مین سنت کے آئے ہین، لیکن "حکمۃ" کے مفہوم کو صرف "علوم سنت" مین محدود کرنا، اور اس پر کسی نظریہ کی مستقل بنا قائم کرنا بھی محل نظر ہے، بعضون نے اس کی تفسیر "التفقہ فی الدین" سے کی ہے، اور بعض اربابِ علم نے "الکتاب" سے مراد احکامِ قانونی اور "الحکمۃ" سے احکامِ اخلاقی کو لیا ہے، سورہ بقرہ رکوع ۳، اور خصوصاً بنی اسرائیل رکوع ۳ تا ۴ مین

"حکمت" کی تفسیر علوم سنت سے کی گئی ہے، اس لئے کہ یہ قرآنی اصطلاح ہے، اور قرآن کریم مین یہ لفظ صرف ان قطعی محکم اور یقینی علوم کے لئے استعمال ہوا ہے، جو انبیاء علیہم السلام کے توسط سے انسانون کو حاصل ہوتے ہین،

یعنی "حکمت" انبیاء علیہم السلام کے طریق سنت اور منہاج نبوت کا دوسرا نام ہے، فلاسفہ و متکلمین نے حکمت کے لفظ مین گو توسیع کر لی ہے، اور انسانی علوم و فنون مثلاً فلسفہ طبعی، ما بعد الطبیعیات، اور فلسفہ طب بھی اس کا اطلاق کرتے ہین، مگر یہ علوم تغیر پذیر ہین، اور ان مین ترمیم اور تنسیخ و تردید ہوتی رہتی ہے، اس لئے ان پر حکمت کا اطلاق نہ صرف قرآن کے منشا کے خلاف ہے بلکہ لغوی اعتبار سے بھی غیر موزون ہے، اسلام مین کتاب اللہ کے بعد انسانون کے پاس اگر کوئی سرمایۂ اذعان و یقین ہے، تو فقط علم نبوت ہے، اس کے ماسوا جو کچھ بھی ہے، وہ محض ظنی اور تخمینی ہے، جو ہرگز انسان کے لئے وجہ کمال نہین ہو سکتا،

محرم نہین فطرت کے سرودِ ازلی سے — بینائے کواکب ہو کہ دانائے نباتات

غرض یہی وہ طرز تعلیم اور طریق ارشاد ہے، جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہے، اور دنیا مین جتنے بھی انبیاء علیہم السلام وقتاً فوقتاً آتے رہے ہین، وہ اسی طریق رشد و ہدایت کے پابند رہے، قرآن حکیم مین غور و فکر کرنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے، کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۳ سالہ مکی زندگی مین اپنی تمام تبلیغی کوششون کو تطہیر فکر ہی پر مرکوز رکھا، یہی وجہ ہے، کہ مکہ معظمہ مین جس قدر قرآنی سورتین نازل ہوئین، ان مین سب سے زیادہ تزکیۂ قلوب پر زور دیا گیا ہے، اور دہ سالہ مدنی

(بقیہ حاشیہ ص ۱۳۰) جو چند اخلاقی احکام بیان کئے گئے ہین، اُن کے آخر مین ارشاد ہے،

ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ — یہ باتین اس حکمت مین کی ہین، جو اللہ تعالیٰ نے تمھاری طرف وحی کے ذریعہ بھیجی ہین،

(۱۴)

زندگی مین آپ نے تعمیر ملت کے کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا، اسی بنا پر مدنی سورتون مین بالعموم تمدنی، عمرانی، معاشی اور سیاسی مسائل بیان کئے گئے ہین، اور اس طرح ۲۳ سالہ دور حیات مین آپ نے اسلام کے فلسفہ، فکر و عمل کی تکمیل کی،

ان حقائق کے پیش نظر یہ کہا جا سکتا ہے کہ کسی جدید نظام فکر و عمل کو بروئے کار لانے کیلئے سب سے پہلے انسانون کے رجحان طبیعت اور انداز فکر مین انقلاب پیدا ہونا ضروری ہے تاکہ حالات فضا، نظام حیات کے لئے سازگار ہو جائے، یہ عبوری مرحلے طے کرنے سے پہلے نظام سیاست تو بالجبر ان کے سر منڈھا جا سکتا ہے لیکن ان کے دلون مین نہین اتارا جا سکتا، اور تا وقتیکہ دلون مین اس کی عقیدت و محبت کار فرما نہ ہو، زیادہ دیر تک اس کا قائم رکھنا دشوار ہے،

یہ بات بھی ناقابلِ انکار ہے کہ تطہیر فکر اور تعمیر فکر کا کام کوئی معمولی کام نہین بلکہ مشکل سے بھی مشکل تر ہے، کیونکہ انسانون کے قلب و دماغ جن عقائد و تصورات سے مانوس ہو جاتے ہین، اور جو خیالات نسلاً بعد نسلٍ وراثت کے طور پر اُن مین منتقل ہوتے چلے آتے ہین، وہ سوسائٹی کے خمیر مین داخل ہو کر فطرت ثانیہ بن جاتے ہین، اب ان خیالات کی جگہ دوسرے خیالات پیدا کرنے کے لئے سالہا سال انتھک اور لگاتار جد و جہد کی ضرورت ہے، یا نبی کی مقدس شخصیت اپنی معجزانہ قوت سے صدیون کا کام چند دنون مین ہی انجام دیدے، لیکن سوائے نبی کے اور کسی کے بس کی بات نہین، کہ وہ چند سالون مین حیات انسانی مین انقلاب عظیم پیدا کر کے ان کی کایا پلٹ کے رکھدے،

واقعات کی روشنی مین بھی یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے، کہ انسانون کے فکر و ذہن مین تبدیلی پیدا کرنے کے لئے بہت بڑی مدت اور کاوش کی ضرورت ہے، آج دنیا کی اقوام سیاست و تمدن کے جس موقف پر پہنچ چکی ہین، وہ اگرچہ افادی حیثیت سے دور سابق سے کچھ مختلف ہین، پھر بھی اس تک پہنچنے کے لئے ان کو سالہا سال کی لگاتار اور مسلسل کوشش سے دوچار ہونا پڑا ہے، اور ابھی دور اول

کا معاملہ درپیش ہے،

دست از یک بند تا افتاد در بند دگر

اس لئے یقینی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جمہوریت و مساوات کے بلند بانگ دعاوی کی تکمیل کے لئے ابھی ایک زمانہ درکار ہے، کیونکہ اب تک اُن کی ذہنیتیں اس سطح پر نہیں پہنچ سکی ہیں، جہان سے بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود اور ہمدردی و مساوات کے اصلی سرچشمے نکلتے ہیں، ظاہر ہے کہ جب اتنی مسلسل جد و جہد کے بعد بھی اقوامِ حاضرہ اپنے ہی مجوزہ نصب العین تک نہیں پہنچ سکیں، حالانکہ جس نظام کو ان کی عقل نے ترتیب دیا ہے وہ کسی حد تک ان کی ذہنی صلاحیتوں ہی کا نتیجہ ہے، تو کسی ایسے نظامِ حیات کو قبول کرنے کے لئے وہ کیسے آمادہ ہو سکیں گی، جو ابتک ان کے معیارِ عقل سے ورا الوری ہے، یہ ایک نفسیاتی حقیقت ہے، کہ انسان ہر ایسی چیز کو آسانی سے قبول کر لیتا ہے جس سے اس کو طبعی لگاؤ ہوتا ہے، اس کے مقابلہ میں ایسی چیز کے قبول کرنے میں وہ زیادہ دقت محسوس کرتا ہے جو اس کے عقائد و تصورات سے بالکل مختلف ہو،

دراصل دنیائے انسانیت اس نظامِ فطرت سے جس قدر دور جا چکی ہے اُسی قدر اب اسے اس کے قریب لانے میں وقت اور محنت کی ضرورت ہے، اور جس قدر انسانی قلوب میں صالح تبدیلی پیدا ہوتی جائے گی، اسی قدر اسلامی نظامِ سیاست و اجتماع کے نفاذ و اجرا کا وقت بھی قریب آتا جائے گا،

اس میں شک نہیں کہ زمانہ دھیمی رفتار کے ساتھ خود ہی اپنے اصل مرکز کی طرف جا رہا ہے اور جلد یا بدیر اُسے اسلام کی معین کردہ منزل تک پہنچنا ہے، چنانچہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ اقوامِ حاضرہ اسلام کے نام سے بغض و عناد رکھنے کے باوجود غیر شعوری طور پر اسی منزل کی طرف بڑھ رہی ہیں، اور آخر ایک ایسا وقت آکر رہے گا، کہ تمام دنیائے انسانیت اسلام کے دامنِ امن و عافیت میں

پناہ لینے پر مجبور ہو جائے گی،

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ،	قرآن کریم تمام عالم انسانی کے لئے ذکر ہے، اور یہ حقیقت دنیا پر کسی دن عیان ہو کر رہے گی،

انسانی دنیا کو اس غایتِ قصویٰ تک پہنچانے کے دو ہی ذریعے ہیں، ایک یہ کہ کوئی فوق العادت شخصیت اپنی غیر معمولی قوتِ فکر و عمل سے چند سالوں ہی میں تطہیرِ فکر اور تعمیرِ فکر کے مراحل طے کر کے دنیا کے گمراہ انسانوں کو رشد و ہدایت کی بلندیوں تک پہنچا دے، دوسرے یہ کہ دنیائے انسانیت خود ہی گرتی پڑتی، اور علم و یقین کے مراحل طے کرتی ہوئی اس نصب العین تک پہنچ جائے، پہلی صورت میں خدائے قدوس کی طرف سے بھیجے ہوئے انبیاء و رسل کی معجزانہ قوتوں کو دخل ہے اور دوسری صورت خود انسانی اذہان و افکار کے تدریجی ارتقار کا نتیجہ ہے، پہلی حالت عالم انسانی کے لئے ایک مثالی اور معیاری حیثیت رکھتی ہے، تاکہ انسان اُسے سامنے رکھکر اپنی تگ و دو جاری رکھ سکے، اور زندگی کے مراحل و مشکلات کے حل کے لئے ان کے سامنے ایک مثال موجود رہے، اس حالت کے دیرپا ہونے کی ضرورت نہیں، کہ یہ تو شعورِ ذات کے لئے ایک زینہ ہے، اُم انسانی ارتقار کے لئے ایک مثالی حقیقت کا کام دیتی ہے، مگر دوسری حالت میں انسانی فکر و ذہن خود ہی سیکڑوں ٹھوکریں کھانے کے بعد نظامِ الٰہی کے لئے مستعد اور قابل بن جاتا ہے، اس لئے اسے قدرتی طور پر دیرپا ہونا چاہئے یہی وہ بابرکت زمانہ ہوگا جس کی نسبت خود مخبرِ صادق علیہ التحیۃ والسلام نے خبر دی ہے،

لَا یَبْقیٰ عَلیٰ ظَهْرِ الْاَرْضِ بَیْتُ مَدَرٍ وَّلَا وَبَرٍ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ کَلِمَةَ الْاِسْلَامِ (اخرجہ احمد)	روئے زمین پر کوئی ایسا گھرانہ نہیں رہیگا، جہان کلمۂ اسلام داخل نہ ہو جائے،

خلافت الٰہیہ کا دورِ سعادت

جب رات کی تاریکی کائنات کو اپنے دامن مین چھپا لیتی ہے تو شعاعِ صبح کی نمود ہوتی ہے، جب گرمی کی شدت ناقابلِ برداشت حد تک پہنچ جاتی ہے، تو خوشگوار ہوائین بارانِ رحمت کی نوید لاتی ہین، جب انسان کے ظاہری جسم کے لئے رب العالمین کی جانب سے یہ اہتمام ہے تو پھر اس کے قلب و نظر کو کیسے ہمیشہ بے نور ہی رہنے دیا جاتا، اور اس کی روح کی تپش کے لئے کیون نہ سامانِ تسکین بہم پہنچایا جاتا،

آج سے تیرہ سو سال قبل جب کہ کائنات کی روحانی تجلیات بالکل مدھم پڑ چکی تھین اس کے قلب و نظر پر جہالت و ضلالت کی تاریک گھٹائین چھائی ہوئی تھین، انسانی گمراہی اپنی حدِ کمال تک پہنچ چکی تھی، یہان تک کہ زمین کی سطح پر انسانون کی کوئی جماعت بھی دینِ حق پر قائم نہ رہ گئی، انسانیت کے گلے پر قومی، نسلی، قبیلوی اور مذہبی امتیازات کی چھری چلائی جا رہی تھی، قتل و غارت اور کشت و خون کا لا متناہی سلسلہ جاری تھا، ان سب سے بڑھ کر یہ کہ انسان فاطرِ ارض و سما کی ہستی کا منکر اور اربابًا من دون اللہ کے سامنے سجدہ ریز تھا، اور انسانیت مرغِ بسمل کی طرح تڑپ رہی تھی کہ خدائے بزرگ و برتر نے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیئے، اور زمین کے عین قلب مین ایک عظیم تجلی کا ظہور ہوا، جس نے فطرت کی تہ در تہ تاریکیون، "ظلمٰتٌ بعضها فوق بعض" کو چاک کر کے اس کے اصلی خط و خال کو نمایان کر دیا، ضلالت و غوایت کے بادل چھٹ گئے، اور فطرتِ انسانی اپنی تمام ضیا پاشیون کے ساتھ جلوہ گر ہوئی، خود نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کے دن اعلان کیا،

ان الزمان قد استدار کھیئتہ
یوم خلق اللہ السموات والارض

زمانہ ایک بڑا لمبا چکر کاٹ کر اُسی مرکز پر آپہنچا ہے، جہان سے اس کی ابتدا ہوئی تھی،

درحقیقت نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور خزان خوردہ انسانیت کے لئے نوید بہار تھا، اور ارباب جور و استبداد کے لئے پیام مرگ، آپ نے ۲۳ سالہ مختصر دورِ حیات مین ایک ایسے نظامِ حیات کی بنیاد ڈالی

جس کی مثال دنیا نے کبھی پہلے نہین دیکھی تھی،

خدائے قدوس نے دنیا کی رہنمائی کے لئے ایک ایسی عظیم اور مقدس ترین شخصیت کا انتخاب کیا جو قیامت تک کائناتِ انسانی کی رہنمائی کے لئے کافی ہے، اوس کی آواز پر جن لوگون نے لبیک کہا وہ عالمِ انسانی مین سب سے زیادہ ایمان و عمل اور ہدایت و رشد کے لئے اہل تھے، اسی لئے دنیا کی لاتعداد انسانی آبادی مین صرف ان ہی کو سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد و نصرت اور خلافتِ الٰہیہ کے قیام کے لئے منتخب کیا گیا،

جاھدوا فی اللہ حق جھادہ ھو
اجتباکم وما جعل علیکم فی الدین
من حرج ملۃ ابراھیم ھو سماکم
المسلمین من قبل وفی ھذا
لیکون الرسول شھیدا علیکم
وتکونوا شھداء علی الناس،

تم اللہ کے راستہ مین جہاد کرو جیسا کہ جہاد کا حق ہے، اُسی خدا نے تمھین دنیا کے انسانون سے اس مقصد کے لئے چنا ہے، اور دین کے معاملہ مین اُس نے تم پر کوئی ناقابلِ برداشت تکلیف نہین ڈالی، اپنے روحانی باپ ابراہیم کی ملت کو اختیار کرو جس نے اس سے پہلے اور اس وقت بھی تمھارا نام مسلم رکھا ہے تاکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم پر گواہ اور نگران بنین، اور تم تمام لوگون پر

اجتبار کے لغوی معنی کے اعتبار سے یہ کہنا بالکل درست ہے، کہ ملتِ اسلامیہ اور بالخصوص صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو روے زمین کے ان گنت انسانون سے اسی طرح چُنا گیا ہے، جس طرح کسی کثیر التعداد اشیائے سے جوہر کشید کیا جاتا ہے، اور جس طرح مقصود بالذات جوہر ہوتا ہے، اسی طرح کائناتِ انسانی مین مقصودِ اصلی مسلمان کا وجود ہے، اور یہی وہ خیرِ اُمت ہے، جس کا مقصدِ حیات ذاتی منصب و وقار عزت و جاہ اور دولت و زر کا حصول نہین، بلکہ دوسرون کو ضلالت و غوایت کی تاریکی سے نکال کر ذاتِ احدیت

سے روشناس کرانا ہے "خیرامت" کے موقر خطاب کا یہ اسی لئے اہل تصور کیا گیا ہے اکہ اخرجت للناس یعنی
اس کی زندگی عالم انسانی کی فلاح و بہبود کے لئے وقف ہے،

گفت آں حکیم خویش بدرمی بردزموج
دین کسی می کنند کہ برآرد غریق را

یہی وجہ ہے کہ بے شمار انسانی آبادی میں خدائے قدوس کی نگاہ انتخاب پڑی تو عرب کی اس "اُمت"، پر جو فلسفہ اور سائنس تو کیا، حساب کے معمولی قواعد بھی نہیں جانتی تھی، ہاں اس کے پاس ایک ہی چیز تھی "دل"، اس کا قلب صالح تھا، جس میں عالم انسانی کی رہنمائی کرنے کی استعداد کامل موجود تھی،

عن ابن مسعود قال ان اللہ نظر فی	خدائے تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں کو دیکھا تو
قلوب العباد فوجد قلب محمد ؐ خیر	محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دل تمام لوگوں کے
قلوب العباد فاصطفاہ وبعثہ برسالتہ	دلوں سے بہتر پایا، پس اُن کو چن لیا، اور
ثم نظر فی قلوب العباد بعد قلب	نبوت عطا کی، دوسری دفعہ خدا نے لوگوں
محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوجد قلوب اصحابہ	کے قلوب پر نگاہ ڈالی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم
خیر قلوب العباد فجعلھم وزراء	کے اصحاب کے قلوب کو سب سے بہتر پایا،
نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم یقاتلون عن دینہ	لہذا ان کو اپنے نبی کے وزراء ہونے کا شرف
(اخرجہ ابو عمر فی خطبۃ الاستیعاب)	عطا کیا، جو دین کی حفاظت کے لئے جہاد

نیز یہی حدیث بیہقی میں تھوڑے اختلاف اور کچھ اضافہ کے ساتھ ہے کہ

فجعلھم انصار دینہ ووزراء	پس ان کو اپنے دین کا مددگار اور اپنے نبی
نبیہ فما رای المؤمنون	صلی اللہ علیہ وسلم کو وزرا بنایا پس جس چیز کو یہ ایماندار
حسنا فھو عند اللہ حسن و	بہتر تصور کریں گے، وہ اللہ کے نزدیک بھی

ما راوہ قبیحا فھو عند اللہ	بہتر ہوگی، اور جس کو یہ برا خیال کریں گے وہ
قبیح،	اللہ کے ہاں بھی بری ہوگی،

غرض یہی وہ مقدس نفوس تھے جن کے ایمان محکم اور عمل پیہم نے کائنات انسانی میں ایک نئے انقلاب کی طرح ڈالی جس کی ابتدا خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ہاتھوں سے ہوئی تھی، آپ ہی نے سب سے پہلے وحی الٰہی کی روشنی میں ایک صید ملت کی تعمیر کی، اور اس کے ذہن و فکر کو نئے سانچے میں ڈھال کر اس کے لئے شاہراہ عمل متعین کردی، اور راستہ کی ایک ایک عبوری حالت سے آگاہ کرکے آخری منزل مقصود کا نشان بھی بتایا، اور آنے والے مختلف دوروں کی جانب اشارہ کرکے ان دوروں کے لئے بھی راہ عمل بتادی، تاکہ حیات اجتماعیہ کا کوئی ایک دور بھی ہدایات نبوت سے رہنمائی حاصل کرنے میں محروم نہ رہ جائے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے متنوع حالات کے پیش نظر ملت اسلامیہ کو کئی ادوار میں تقسیم کیا ہے، چنانچہ ابویعلی اور شاطبی کی روایات میں بالترتیب چار اور پانچ دور بیان کئے گئے ہیں جنھیں مقالہ کے ابتدائی حصہ میں ذکر کیا جا چکا،

اس حدیث میں خلافت راشدہ کا زمانہ بھی معین کردیا گیا ہے، اور اس معین عرصہ کے بعد ملوکیت مستبدہ کی خبر دی گئی ہے،

الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ	میرے بعد خلافت ۳۰ سال تک رہیگی،
عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال	مدینہ منورہ میں خلافت علی طریق السنۃ
الخلافۃ بالمدینۃ والملک بالشام (اخرجہ الحاکم)	ہوگی، اور شام میں ملوکیت!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے راشدین کے اعمال کو سنت سے تعبیر فرمایا ہے، اور مسلمانوں کو سنت نبوی کی طرح اتباع کامل کا حکم دیا گیا ہے، کہ ان کا نظام اجتماع اور آئین سیاست بالکل طریق سنت اور منہاج نبوت پر قائم تھا،

عن عرباض ابن ساریۃ، قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یعش منکم بعدی فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ (صحاح)

تم مین سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت بڑا اختلاف دیکھے گا، لہٰذا تم میرے بعد میری سنت خلفاے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو، اسی کے ساتھ تمسک کرو، اس کو نہایت مضبوطی سے پکڑ لو،

متعدد احادیث مین اس مقدس عہد کی دینی برکات اور سیاسی فتوحات کی خبر دی گئی ہے،

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھلک کسری ثم لا یکون کسری بعدہ وقیصر لیھلکن ثم لا یکون قیصر بعدہ ولتقسمن کنوزھما فی سبیل اللہ،

کسریٰ (گویا) ہلاک ہوچکا ہے، اور اس کے بعد کوئی کسریٰ نہین ہوگا، اور قیصر بھی عنقریب ہلاک ہو جائے گا، اور پھر کوئی قیصر پیدا نہین ہوگا، تم اُن کے خزانے اللہ کے راستہ مین تقسیم کروگے،

عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ زوی فی الارض فرایت مشارقھا ومغاربھا وان امتی سیبلغ ملکھا ما زوی منھا واعطیت الکنز الاحمر والابیض، (اخرجہ مسلم)

اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو اکٹھا کردیا، تو مین نے اس کے مشرقی اور مغربی حصون کو دیکھا، بہت جلد میری اُمت کی حکومت اُس زمین پر قائم ہو جائیگی، جو مجھے دکھائی گئی ہے، اور مجھے سونے اور چاندی کے خزانے دیئے گئے،

ظاہر ہے کہ ان فتوحات کی تکمیل خلفاے راشدین کے زمانہ مین ہوئی، اور اسی دور سعادت مین مسلمانون نے قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج کو پاؤن تلے روندا، اور ان کے ملکون مین اسلام کا جھنڈا

نصب کیا گیا، اور عراق کی فتح کے بعد ایک ہزار اونٹ بیش بہا خزائن اور ساز و سامان سے لدے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے، یہی وہ زمانہ ہے، جس مین دنیا کے ایک بہت بڑے حصہ مین قرآنی نظام سیاست و اجتماع کا نفاذ ہوا،

اس بابرکت دور کے بعد ایک بہت بڑے فتنہ کی خبر دی گئی ہے، اور مسلمانون کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس موقع پر اپنے امیر کا ساتھ دین

عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انھا ستکون فتنۃ و اختلاف او اختلاف وفتنۃ قال قلنا یا رسول اللہ فما تامرنا قال علیکم بالامیر واصحابہ (اخرجہ الحاکم)

بہت جلد ایک فتنہ اور اختلاف یا اختلاف اور فتنہ (علی شک الراوی) بپا ہوگا، ابوہریرہ نے سوال کیا، یا رسول اللہ! ایسی حالت مین ہمارے لئے کیا ارشاد ہے؟ فرمایا، اپنے امیر اور اس کے ہمراہیون کا ساتھ دینا،

حضرت عثمانؓ کی شہادت سے اس فتنہ کا آغاز ہوا، اور پھر بڑھتا ہی چلا گیا، یہانتک کہ حضرت علیؓ کے عہد خلافت مین بدامنی شورش اور طوائف الملوکی خطرناک حد تک پہنچ گئی، اور ان کی شہادت کے بعد خلافت راشدہ کا دور ختم ہوگیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شورش و بدامنی کے متعلق پہلے سے حضرت علیؓ کو آگاہ فرما دیا تھا،

عن ابن عباس قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعلی اما انک ستلقی بعدی جھدا قال فی سلامۃ من دینی قال فی سلامۃ من دینک (اخرجہ الحاکم)

آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا، عنقریب تجھے سخت تکلیف اور مشقت سے دوچار ہونا پڑیگا، عرض کیا میرے دین کی سلامتی کے ساتھ؟ فرمایا، ہان تمھارے دین کی سلامتی کے ساتھ

خلافت راشدہ کے بعد بنو اُمیہ کا دور استبداد شروع ہوتا ہے، اس کی نسبت بھی سترادوجہان

صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سے خبر دیدی تھی،

ثم کان ملکًا عضوضًا، الخ	اس کے بعد جابر بادشاہ ہوں گے،

ملوکیتِ عاضہ اور "ملوکیتِ جابرہ" کے بعد ایک پانچویں دور کی بھی خبر دی گئی ہے،

ثم تکون خلافۃ علی منہاج النبوۃ	آخر میں ایک دفعہ پھر خلافت علی طریق السنۃ
تعمل فی الناس بسنۃ النبی ویلقی	کا دور آئے گا، جس کے اعمال سنت کے اسلوب
الاسلام بجرانہ فی الارض و	پر ہوں گے، اور اس دور میں اسلام کو زمین
یرضی عنھا ساکن السماء وساکن	میں استحکام حاصل ہوگا، آسمان والے، اور
الارض لاتدع السماء من قطرالا	زمین والے اس دور سعید سے خوش ہوں گے
صبتہ مدرارًا ولاتدع الارض	آسمان رحمتِ خداوندی کی موسلا دھار بارش
نباتھا وبرکاتھا الا اخرجتہ	برسائے گا، اور زمین اپنی تمام نباتات، اور
(اخرجہ الشاطبی فی الموافقات)	خزائن باہر نکالدے گی،

یہی وہ آخری دور ہے، جو اسلام کی آخری منزل ہے، اور جس میں لیظہرہ علی الدین کلہ کا اعلانِ خداوندی ایک حقیقۃ ثانیہ بن کر دنیا کے سامنے جلوہ گر ہوگا،

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اسلامی نظامِ سیاست میں کوئی کشش تھی، تو پھر وہ زیادہ عرصہ تک کیوں نہ قائم رہ سکا،

مختصرًا اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام کا دائرۂ اثر و نفوذ کسی ایک وطن یا قوم میں محدود نہیں، بلکہ جغرافی اور نسلی قیود سے بلند تر اور تمام عالم انسانی کی وسعتوں کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے، ظاہر ہے کہ کوئی حیاتیاتی نظریہ افادہ کے اعتبار سے جتنا محدود ہوگا، اس کا اجراء و نفاذ بھی اسی قدر آسان ہوگا، اور جس قدر اس کا دائرۂ نفوذ بڑھتا جائے گا، اسی تناسب سے اس کے قیام میں

دشواریاں بڑھتی جائیں گی،

اسلام کا نصب العین تمام روئے زمین میں خلافتِ الٰہیہ کا قیام ہے، اور تاوقتیکہ تمام عالم انسانی استعداد و قابلیت کے ایک خاص موقف تک نہ پہونچ جائے اس وقت تک اسلامی نظامِ حیات دیرپا اور عالمگیر نہیں ہو سکتا، عہدِ خلافتِ راشدہ میں اگرچہ دنیا کے بہت بڑے حصہ میں خلافتِ الٰہیہ کا نفاذ ہوا، مگر وہ دیرپا نہ ہو سکا، کیونکہ ان کے لئے جن شرائط کی ضرورت تھی، وہ پوری طرح اس وقت تک عالم وجود میں نہیں آئے تھے، مگر اس بات کی ضرورت تھی کہ ایک کامل اور جامع کتاب ہدایت اور ایک مکمل نمونۂ عمل انسانوں کے حوالہ کر دیا جائے جو زندگی کے مختلف مراحل میں ان کیلئے ایک مثالی حقیقت کا کام دیکے اور عملی تجربات میں ان کی ٹھیک ٹھیک رہنمائی کر سکے، یہانتک کہ ان کا شعور ذات درجہ تکمیل تک پہنچ جائے

عن مالک انہ بلغہ انہ علیہ السلام قال	میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں، جب تک
ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم	تم ان سے تمسک کرتے رہوگے، گمراہی سے
بھما کتاب اللہ وسنۃ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم	محفوظ رہوگے، یعنی کتاب اللہ اور سنت،

نیز خاتم رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اسلامی نظریۂ سیاست کے نفاذ سے دنیا پر یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ یہ نظامِ زندگی محض تصورات کی دنیا تک محدود نہیں، بلکہ ایک عملی حقیقت بننے کی اس میں پوری صلاحیت موجود ہے، مگر اس کی تکمیل اس وقت ہوگی، جب کہ انسان کا شعور ذات مختلف مراحل طے کرتا ہوا اپنے اصل مرکز پر پہنچ جائیگا یہی انسان کی آخری منزل مقصود ہوگی، اور کسی نہ کسی دن اسے اس غایتِ قصوی تک پہنچنا ہوگا، مگر یہ وقت کب آئیگا، اس کے متعلق کوئی قطعی جواب نہیں دیا جا سکتا، ہاں اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ جب دنیائے انسانیت سالہا سال کی مسلسل ناکامیوں اور نامرادیوں سے تنگ آجائیگی، اس کے فہم و ادراک کی جولانیوں کے لئے تمام راہیں بند ہو جائیں گی، تو یاس و ناامیدی کے عالم میں اسے یہ کہنا پڑے گا ع "تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی" اور پھر اعترافِ عجز کے ساتھ اسے بارگاہِ رب العزت میں جھکنا ہوگا، اور حسرت و افسوس کے ساتھ اظہارِ ندامت کرنا پڑے گا، کہ ربنا ظلمنا انفسنا فاغفر لنا ذنوبنا۔

تلخیص و تبصرے

رباعیاتِ عمر خیام کا قدیم ترین نسخہ

ماہ رواں میں طہران کا ماہانہ علمی رسالہ "یادگار" جلد ۳ نمبر ۳ موصول ہوا، اس کے ایک ادارتی مقالہ سے رباعیاتِ خیام کے ایک قدیم ترین نسخہ کا حال معلوم ہوا، فاضل مدیر یادگار نے رباعیات خیام کے ان نسخون مین سے جو اس وقت تک معلوم تھے، بوڈلین لائبریری کے نسخہ کو قدیم تر لکھا ہے، جو ۵۶۵ھ یعنی خیام کی وفات کے ۴۸ برس بعد کا لکھا ہوا ہے، اور جس مین صرف ۱۵۸ رباعیان ہین،

لیکن یہ مستشرقین کی تحقیق ہے، جس کا تتبع مقالہ نگار نے اپنے مقالہ مین کیا ہے، حضرت الاستاذ مولانا سید سلیمان ندوی مدظلہ نے اپنی تصنیف "خیام" مین چند ایسے دوسرے نسخون کی نشان دہی بھی کی ہے، جو بوڈلین کے اس نسخہ سے قدیم تر ہین، ان مین دو نسخے قسطنطنیہ مین ہین، جو ۸۶۴ھ اور ۸۶۱ھ کے لکھے ہوئے ہین، اور ایک نسخہ لکھنؤ مین بابو گوری شنکر سکسینہ کی ملکیت مین ہے، جو ۸۲۶ھ مین لکھا گیا ہے (خیام ص ۲۶۱ و ۲۹۲)

بہرحال یہ تینون نسخے بھی نوین صدی ہجری کے قرار پاتے ہین، جن مین قدیم تر لکھنؤ کا نسخہ مکتوبہ ۸۲۶ھ ہے، رباعیات کا جو جدید مجموعہ طہران مین دریافت ہوا ہے، اس کی کتابت کی تاریخ ۶۰۴ھ ہے، یعنی خیام کی وفات کے کل ۸۷ برس کے بعد وہ لکھا گیا ہے، اس لحاظ سے اس نسخہ کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہوجاتی ہے،

خیام کی یہ رباعیان دراصل ایک مجموعہ منتخبات کے اندر ہین، جس مین مختلف شعراء کے کلام کے منتخبات درج ہین،

اتفاق سے اس مجموعہ کے ابتدا اور وسط کے کچھ اوراق غائب ہین، اور جو محفوظ رہ گئے ہین، ان مین سنائی، معزی، سوزنی، عمر خیام اور ازرقی کے منتخبات موجود ہین، اور خوش قسمتی سے عمر خیام کی رباعیات کے سب اوراق محفوظ رہ گئے ہین، مجموعہ کے باقی ماندہ کل اوراق کی تعداد ۵۰ ہے، جن مین سے ۲۱ ورق خیام کی رباعیات کے ہین، ہر صفحہ مین ۱۶ سے ۱۸ سطرین ہین، اور رسم خط قدیم ہے، رباعیات کا انتخاب اس عنوان سے شروع ہوتا ہے،

"من کلام عمر الخیامی النیشاپوری علیہ الرحمہ"

پھر خاتمہ پر درج ہے،

"انتخاب اشعار حکیم عمر خیامی نیز بپایان رسید"

ان منتخب رباعیون کی تعداد جو ۲۱ ورقون مین ہین، ۲۵۱ ہے، اس سے خیام کی رباعیات کی تعداد کے مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے، اب تک محققین کو رباعیاتِ خیام کے کسی قدیم نسخہ کی جستجو رہی ہے، اور اس کی عدم موجودگی مین مختلف علمی وظنی قیاس آرائیون سے ان کی تعداد معین کرنے اور مختلف رباعیون کے انتساب کی صحت وعدم صحت کے جانچنے کا معیار مقرر کرنے کی کوششین کرنی پڑی ہین، اس نسخہ کے اکتشاف سے ان مباحث پر غیر معمولی روشنی پڑے گی، اور کسی نتیجہ تک پہنچنے مین آسانی حاصل ہوگی، اور پھر کم سے کم یہ پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے گا، کہ وہ ڈھائی سو سے زیادہ تھین، جن مین سے ۲۵۱ رباعیون کو منتخب کیا گیا ہے، افسوس ہے کہ لائق مقالہ نگار کو اس مجموعہ کی رباعیون کو دوسرے مجموعون کی رباعیون سے مقابلہ کرنے کا موقع نہ مل سکا ہے، وہ صرف چند رباعیون کا مقابلہ بوڈلین کے نسخہ سے کر سکا ہے، اور ان کو اس مقالہ مین شائع کر دیا ہے، لیکن مقالہ نگار کا عام اندازہ ہے، کہ ان ڈھائی سو رباعیون مین سے بیشتر دوسرے مجموعون مین بھی موجود ہین،

اس مجموعہ کے خاتمہ پر کتابت کی تاریخ ثبت ہے، مجموعہ ازرقی کے انتخابات پر ختم ہوا ہے،

آخر مین تحریر ہے:-

"چون انچہ در صد کتاب وعدہ دادہ بودیم، از منتخبات اشعار بر سبیل اجمال بتقدیم رسید کتاب را برین اشعار استاذ الشعرا حکیم ازرقی ہروی رحمہ اللہ ختم کنیم، اگر طغیان قلبی یا خطی در عبارت یا در مفہوم یا سہو در نظر آید، معذور باید داشت کہ بر سبیل ارتحال در حال استعجال اتفاق تحریر افتاد ایزد سبحانہ و تعالیٰ انچہ مقتضے ثبات و نظام و مستدعی و حصول مرام بود ارزانی دارد، انہ اللطیف المجیب در شہر رجب لسنۃ اربع و ستمایۃ العبد المذنب غیاث الدین محمد بن یوسف بن علی عفا اللہ عنہ بحق محمد و الہ الطاہرین المعصومین"

ادارہ مجلہ یادگار کا ارادہ ہے کہ اس ساڑھے سات سو برس کے قدیم مخطوطہ کو عکسی فوٹو کے ساتھ شائع کرے تاکہ رباعیات خیام کے مجموعون مین سے ایک قیمتی مجموعہ منظر عام پر آجائے،

"م"

اعلان

۱- معارف سے متعلق ہر طرح کی خط و کتابت اور ارسال زر کے وقت براہ کرم نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دین ورنہ تعمیل کی ذمہ داری دفتر پر نہ ہوگی،

۲- معارف ہر مہینہ کی ۱۵ تاریخ کو پوری پابندی کے ساتھ شائع ہوجاتا ہے اس لئے رسالہ نہ پہنچنے کی اطلاع ۳۰ تاریخ تک دفتر مین آجانی چاہئے، ورنہ اس کے بعد اطلاع موصول ہونے پر پرچہ بہ قیمت ارسال ہوگا،

"منیجر"

استفسار و جواب

کیا ولادت نبوی کے وقت آپ کے والد کی وفات ہو چکی تھی،

جناب خواجہ عبد الوحید صاحب
قدیر منزل سید روڈ لاہور

حال ہی مین سیرۃ نبوی کی ایک چھوٹی سی کتاب بغرض تصحیح میرے پاس آئی، اس کا نام تھا "حیات النبی" اور عنوان کے نیچے لکھا ہے "شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی کی مستند عربی تاریخ بدر الاسلام کے فارسی ترجمہ کا اردو خلاصہ"،

اس کتاب کے پہلے صفحہ پر لکھا ہے،

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو ماہ کے تھے، کہ آپ کے والد بزرگوار نے وفات پائی"

یہ جملہ پڑھکر تعجب ہوا، اس لئے کہ ہم لوگ ہمیشہ یہی پڑھتے اور سنتے آئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے پیشتر آپکے والد عبد اللہ بن عبد المطلب انتقال فرما چکے تھے، بدر الاسلام کا اردو ترجمہ جو علیا حضرت میمونہ سلطانہ شاہ بانو صاحبہ بھوپال نے کیا ہے، اور جو رحمانی پریس دہلی مین طبع ہوئی، اس کے ص ۲ پر ولادت باسعادت کے زیر عنوان وہی الفاظ موجود ہین:-

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو مہینہ کے تھے کہ آپکے باپ نے رحلت فرمائی"

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اصل کتاب (جو عربی زبان مین ہے) کے الفاظ بھی یہی ہین اور اگر ایسا ہی ہے تو اس کی سند کیا ہے، مین نے سیرۃ النبی کی جلد اول اس غرض سے دیکھی، تو وہان اول عبد اللہ کی وفات کا تذکرہ ہے، جہان باب ختم ہوتا ہے "اور اس کے بعد طلوع قدسی کے عنوان سے وہ باب لکھا گیا ہے جس مین ولادت نبوی کا ذکر ہے، یہ صاف ظاہر

کرتا ہو کہ آپ کی پیدائش سے پیشتر آپ کے والد کی وفات ہو چکی تھی،

اس لئے اگر مندرجۂ بالا جملہ غلط ہے، تو اس کی تصحیح ہونی چاہئے، اندرین حالات اپنے

خیالاتِ عالیہ سے مطلع فرمائیں، اور اگر کسی ماہ کے معارف میں اظہار خیالات ممکن اور مناسب ہو

تو شاید بہت سے لوگوں کو اس سے فائدہ پہنچ سکے،

معارف:- ولادتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت حضرت کے والد ماجد کی نسبت مختلف روایات ہیں، سیرۃ ابن ہشام میں یہی ہے کہ اُن کی وفات کے وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہنوز شکم مادر میں تھے، چونکہ بحیثیت سیرۃ کی کتاب کے یہ ماخذ زیادہ تر مشہور ہے، اس لئے زبانوں پر یہی روایت ہے، مگر دوسری روایتیں بھی کتابوں میں موجود ہیں، جن میں سے ایک وہ ہے جس کو حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ نے بدر الاسلام میں اختیار کیا ہے،

امام سہیلی سیرۃ ابن ہشام کی شرح میں لکھتے ہیں،

وذکر انہ مات ابوہ وھو حمل و ذکرہ اکثر العلماء انہ فی المھد ذکرہ الدولابی وغیرہ وقیل ابن شھرین ذکرہ ابن ابی خیثمہ وقیل اکثر من ذلک ..... وقد قیل مات ابوہ وھو ابن ثمان وعشرین شھراً (روض الانف سہیلی ص ۱)	ابن ہشام کا بیان ہے کہ آپ حمل ہی میں تھے، کہ آپ کے والد نے وفات پائی، اور اکثر علماء اس پر متفق ہیں، کہ آپ اپنے والد کی وفات کے وقت گہوارہ میں تھے، اس کو محدث دولابی وغیرہ نے بیان کیا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے، کہ آپ دو مہینہ کے تھے اس کا ذکر محدث ابن ابی خیثمہ نے کیا ہے،

[illegible]

حافظ زرقانی مواہب لدنیہ کی شرح میں اس مسئلہ کی حسب ذیل تحقیق کرتے ہیں:-

اور جب حضرت آمنہ کے حمل کے دو مہینے گذرے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی پیدائش کو

دو ماہ باقی تھے، تو آپ کے والد عبد اللہ نے وفات پائی، اس وقت ان کی عمر پچیس برس کی تھی، جیسا کہ واقدی کا بیان ہے، اور یہی زیادہ ثابت ہے، یا ۳۰ برس کے تھے، جیسا کہ ابو عمر حاکم نے کہا، یا اٹھائیس برس کے تھے، یا اٹھارہ برس کے تھے، اور اسی کو حافظ مغلطائی اور حافظ ابن حجر نے صحیح کہا ہے، اور اسی کو حافظ سیوطی نے پسند کیا ہے

اور کہا گیا ہے کہ آپ اپنے والد کی وفات کے وقت گہوارۂ طفولیت میں تھے، سہیلی نے کہا ہے کہ یہی اکثر علماء کا قول ہے، محدث دولابی نے اسی کو کہا ہے،..... اب اس قول کے بعد کہ آپ اپنے والد کی وفات کے وقت گہوارہ میں تھے، اس میں اختلاف ہے، کہ اس وقت آپ کی کیا عمر تھی، محدث ابن ابی خیثمہ کی روایت ہے، کہ دو ماہ کے تھے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ۷ ماہ کے تھے، اور یہ بھی کہ ۲۸ ماہ کے تھے، لیکن راجح اور مشہور قول یہ ہے جیسا کہ امام نووی نے کہا ہے اور واقدی اور ابن سعد اور بلاذری اور ذہبی نے اس کو راجح کہا ہے کہ آپ اپنے والد کی وفات کے وقت ابھی تک شکم مادر ہی میں تھے، اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے، جس کو حاکم نے روایت کیا ہے، اور جس کو حاکم نے صحیح مسلم کی شرط کے مطابق کہا ہے، اور امام ذہبی نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے، مستدرک میں حاکم نے قیس بن مخرمہ صحابی سے روایت کیا ہے، کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد نے وفات پائی، آپ ابھی ماں کے پیٹ ہی میں تھے،"

[illegible]

قیس بن مخرمہ صحابی آپ کے خاندان کے تھے، اور بالکل ہم عمر تھے، یعنی اسی سال پیدا ہوئے، جس سال آپ پیدا ہوئے، (مستدرک حاکم جلد ۲ ص ۶۰۵، حیدر آباد دکن) اس لئے یہی روایت صحیح ہے، اور یہی علماء میں معتبر اور مسلمانوں میں مشتہر ہے، حاکم کی یہ حدیث مستدرک جلد ۲ ص ۶۰۵ میں ان لفظوں کے ساتھ ہے توفی ابوہ وامہ حبلی بہ (ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم)

آپ اس رسالہ پر حاشیہ لکھدیں کہ ایک روایت یہ بھی ہے مگر صحیح یہ ہے کہ ولادت سے پہلے آپ کے والد کی وفات ہو چکی تھی؛ "س"

مطبوعات جدید

قرآن اور تصوف از جناب ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب ایم اے پی ایچ ڈی صدر شعبۂ فلسفہ جامعہ عثمانیہ حجم ۳، صفحے تقطیع ۲۰×۲۶ قیمت: ۶ /، پتہ:۔ ندوۃ المصنفین قرول باغ دہلی،

ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب اسلامی عقائد و مسائل کو زمانۂ حال کے فلسفیانہ طرز استدلال مین مرتب کر کے معارف اور ملک کے دوسرے علمی رسالون مین پیش کرتے رہے ہین، "قرآن اور تصوف" ان کے اسی نوعیت کے چند مضامین کا مجموعہ ہے، جو معنوی ترتیب سے ایک مستقل کتاب کے ابواب بن گئے ہین، اس مین انھون نے قرآن مجید اور احادیث نبویہ سے اسلام کے حقیقی تصورات و تعلیمات کو پیش کر کے دکھایا ہے، کہ یہی وہ بنیادی حقائق ہین، جن کو اکابر صوفیہ نے دور قدیم مین تصوف کے نام سے پیش کیا ہے، مقدمہ مین لفظ "تصوف" اور "صوفی" پر بحث آئی ہے، مصنف نے امام قشیری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ لفظ صوفی ۲۰۰ھ کے کچھ پہلے مشہور ہوا (قرآن اور تصوف ص ۹) لیکن امام قشیری کا یہ بیان لفظ تصوف کے بارہ مین ہے، نہ کہ لفظ صوفی کے متعلق، اور انھون نے صرف "پہلے" لکھا ہے، نہ کہ "کچھ پہلے"، امام قشیری فرماتے ہین،

فانفرد خواص اهل السنة ...	اس نے خواص اہل سنت .... تصوف
... باسم التصوف واشتهر هذا	کے نام سے ممتاز ہوے اور دوسری
الاسم لهؤلاء الاكابر قبل المائتين	صدی ہجری سے پہلے ان اکابر کے لئے
من الهجرة (رسالہ قشیریہ ص ۹)	اس نام کی شہرت ہوئی،

لفظ صوفی کے استعمال کے متعلق ملا جامی کی نفحات الانس کا بیان اس سے زیادہ واضح ہے، اس مین شیخ ابوہاشم صوفی کے متعلق جنھون نے ۱۵۰ھ مین وفات پائی ہے، مذکور ہے،

"اول کسے کہ ویرا صوفی خواندہ اند وے بود پیش از وے کسے را باین نام نخواندہ بودند،"

(تذکرہ ابوہاشم صوفی)

باین ہمہ دوسری اور تیسری صدی مین وہ اکابر جن کی امتیازی شان زہد و عبادت سمجھی جاتی تھی، عموماً "الزاہد" اور "المتعبد" ہی کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے، تیسری صدی کے بزرگون مین سے شیخ ابوحمزہ الصوفی ۲۶۹ھ کو الصوفی اور حضرت شیخ جنید بغدادی المتوفی ۲۹۷ھ کو شیخ الصوفیہ کے لقب سے یاد کیا گیا ہے، اور اسی زمانہ سے "الزاہد والمتعبد" کا لقب رفتہ رفتہ ترک ہوتا گیا، اور اس کی جگہ "الصوفی" نے لے لی،

پھر مصنف نے اکابر صوفیہ کے اقوال و تعبیرات سے تصوف کی حقیقت سمجھائی ہے، اور پھر آگے چل کر ان حقائق کی تطبیق کتاب و سنت سے دی ہے، اور عبادت و استعانت "قرب و محبت" تنزلات ستہ "خیر و شر" اور "یافت و شہود" کے عنوانات جداگانہ بابون مین قائم کئے ہین، اور ان مین ان موضوعون کے دقائق و حقائق کو اسلام کی حقیقی تعلیمات اور کتاب و سنت و اکابر امت کی تشریحات کی بنیادون پر زمانۂ حال کی منطقی ترتیب فلسفیانہ طرز استدلال کے ساتھ دلنشین پیرایہ مین پیش کیا ہے، جس کا مقصود مصنف کے الفاظ مین "حصول مقام عبدیت مع الالوہیت اور یافت و شہود حق ہے" جس کا قدرتی نتیجہ محویت فی الحق اور یافت و شہود حق و خلق ہے"، اور آخر مین دکھایا ہے کہ جب عرفان کامل کے ساتھ حق تعالیٰ کی محبت و عشق کا جذبہ بھی عارف کے دل مین پیدا ہو جاتا ہے، تو اب وہ اسی دنیا مین رہ کر جنت فردوسی مین داخل ہو جاتا ہے، فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي (ص ۳۰۰ ع ۱۴) اور اپنی عبدیت کی تحقیق کے ساتھ ہی وہ جنت ذات مین داخل ہو جاتا ہے، اور

ہر وقت چشمۂ قرب سے شرابِ محبت مین سرشار رہتا ہے، عیناً یشرب بہا المقربون (۲۰-۲۸) (ص ۱۴۳)

یہ تصنیف جدید علم کلام کے سلسلہ کی ایک اچھی کڑی کہی جا سکتی ہے جس کا امتیازی وصف یہ ہے کہ اس کی بنیاد کسی یونانی فلسفہ کے سوال و جواب پر ہونے کے بجائے کتاب و سنت کے حقائق پر رکھی گئی ہے، ہم مصنف کو اس تصنیف پر مبارکباد دیتے ہین، مقدمہ کے بعد والے باب کو دوم لکھنے کے بجائے اول قرار دینا تھا کہ مقدمہ تو کتاب کے ابواب سے جدا رہتا ہے،

معاہدۂ ہند و برطانیہ، از جناب سر سید سلطان احمد صاحب، حجم ۱۴۹ صفحے، تقطیع ۲۲×۱۸/۸،
کاغذ اور لکھائی چھپائی بہتر، قیمت :- عہ، پتہ :- نگارستان ایجنسی اردو بازار، دہلی،

جناب سر سید سلطان احمد صاحب نے وائسرائے کونسل کی ممبری کے زمانہ مین اپنی شخصی حیثیت سے ہندوستان کے سیاسی مسائل پر اس تصنیف مین اپنا نقطۂ نظر پیش کیا تھا، جس زمانہ مین ہندوستان کی سیاسیات مین تعطل جاری تھا، پہلی شملہ کانفرنس ہو چکی تھی، مصنف کے تخیل مین درجہ نو آبادیات کا آزاد ہندوستان تھا، اور اس کی اس حیثیت مین اس کو جن مسائل سے سامنا کرنا پڑتا، اس کتاب مین اُن پر نظر ڈالی ہے، اور اپنی معقول تجویزین پیش کی ہین، مصنف کی نظر مین مستقبل کا ہندوستان جنوبی ایشیا کا سب سے بڑا با اثر مملکت ہوگا، اس پر ایشیا مین امن و امان قائم رکھنے کی ذمہ داری عائد ہوگی، اس سلسلہ مین مصنف نے ہندوستان کی مغربی، شمالی و مشرقی سرحدون کی آزاد و نیم آزاد حکومتون اور قبیلون پر نظر ڈالی ہے، ان سے ہندوستان کے موجودہ گوناگون تعلقات کی نوعیتون اور آئندہ قائم ہونے والے روابط کو دکھایا ہے، اور اپنی تجویزین پیش کی ہین، پھر ہندوستان کے تعلقات ایشیائی سلطنت روس و چین اور ایشیا مین اثرات رکھنے والی حکومت امریکہ سے دکھائے ہین، پھر برطانوی سلطنت اور ہندوستان کے آئندہ تعلقات کا ذکر کیا ہے، اور ان دونون پر جو جداگانہ فرائض عائد ہوتے ہین، ان کو بیان کیا ہے، ہندوستان کی وحدت کی ضرورت اور وفاق ہند مین مستقبل کے ہندوستان کی نجات دکھائی ہے، اور یہی نہین

کا مجوزہ خاکہ پیش کیا ہے، اور ہند و برطانیہ کے تعلقات کو ایک معاہدہ کے ذریعہ سے طے کرنا اور ملک کے تعطل کو دور کرنے کا مشورہ دیا ہے،

معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کی کتاب انگریزی زبان مین تھی، ترجمہ کی زبان مین سلاست و روانی نہین ہے، کتاب کا وہ حصہ زیادہ قابلِ قدر ہے جس مین ہندوستان کے تحفظ اور اس سلسلہ مین ہمسایہ حکومتون کے تعلقات پر نظر ڈالی گئی ہے، مجوزہ یونین کے متعلق مصنف نے جو خیالات ظاہر کئے تھے، یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ ۲۰ مئی کے وزارتی وفد کے اعلان مین تقریباً وہی خاکہ موجود ہے،

صد پارۂ دل، از جناب دل محمد صاحب ایم اے، حجم ۲۰۶ صفحے، تقطیع فلسکیپ ۱/۲، قیمت عہ
پتہ :- خواجہ گلزار محمد صاحب، خواجہ بک ڈپو، موہن لال روڈ، لاہور،

جناب خواجہ دل محمد صاحب ایم اے سابق پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور ہماری زبان کے کہنہ مشق شاعر ہین، اُن کی قومی، اسلامی اور اخلاقی نظمون کے مجموعے "دردِ دل" اور "آئینۂ اخلاق" قدردانون کے حلقہ مین مقبول ہو چکے ہین، نیز "بھگوت گیتا" کا منظوم اردو ترجمہ ان کے قلم سے نکل کر ملک کے مختلف طبقون سے خراجِ تحسین وصول کر چکا ہے، اب "صد پارۂ دل" کے نام سے ان کی پانسو رباعیون کا مجموعہ شائع ہوا ہے، جناب سر شیخ عبد القادر صاحب نے اس مجموعہ کا "سرآغاز" لکھا ہے جس مین خواجہ صاحب کے کلام کے خصوصیات دکھائے گئے ہین، یہ مجموعہ رباعیون کی معنوی خصوصیات کے لحاظ سے پانچ حصون "میخانۂ عرفان" "طلسمِ شہود" "اسرارِ حقائق" "اعمال و اخلاق" اور "نیرنگِ جذبات" کے عنوانون مین تقسیم کیا گیا ہے، اور ان مین سے ہر حصہ مین موضوع سے متعلق سو سو رباعیان درج کی گئی ہین، امید ہے کہ حضرتِ دل کا یہ تازہ تحفہ بھی قدردانون مین مقبولیت عام حاصل کریگا

فرعونی تاریخ، از جناب خواجہ حسن نظامی صاحب، تقطیع ۲۰×۳۰/۱۶، قیمت عہ، پتہ :-
دفتر لوح محفوظ، اردو لائبریری، دہلی،

فرعونی تاریخ مصر کی قدیم سیاسی و تمدنی سرگذشت ہے، کتاب دو حصون مین ہے، پہلا حصہ ۲۰ صفحون پر مشتمل ہے، جو گویا قدیم مصری تصویرون کا ایک عکسی البم ہے، جس مین پہلی تصویر حضرت یوسف "زلیخا کے گھر مین" کے عنوان سے ہے، خواجہ صاحب نے اس تصویر کے شائع کرنے کا جواز یون نکالا ہے کہ "یہ اُس زمانہ کی ہے جب کہ وہ پیغمبر نہیں ہوئے تھے، کیونکہ "اصلی" پیغمبری اپنے والد حضرت یعقوبؑ کی وفات کے بعد شروع ہوئی تھی"، (ص ۲) گویا جن علماء کے نزدیک پیغمبرون، اور اولیاے صالحین کی تصویرین کھینچنا یا شائع کرنا ناجائز ہے، انھون نے اس قسم کی کوئی شرط بھی لگا رکھی ہے، کہ وہ ان کے "اصلی" پیغمبر اور ولی ہو جانے کے بعد کی ہو، اسی طرح دوسرے حصہ کے دیباچہ مین خواجہ صاحب نے اس کتاب کو "تاریخ مصر" کے بجائے "فرعونی تاریخ" سے موسوم کرنے کی عجیب وجہ لکھی ہے، فرماتے ہین، "مجھے اپنے خدا کی پیروی ضروری معلوم ہوتی ہے، جس کو فرعون نام سے ایسا لگاؤ ہے کہ قرآن مجید مین جگہ جگہ اُس نے فرعون کا ذکر کیا، لفظ مصر کا ذکر قرآن مجید مین بہت کم ہے، اور عربی مین کہاوت ہے، من احب شیئًا اکثر ذکرہ جو جس چیز سے محبت رکھتا ہے، اس کا بار بار ذکر کرتا ہے" (دیباچہ حصہ دوم ص ۳ و ۴) یعنی بیک جنبش قلم فرعون بھی نعوذ باللہ محبوب الٰہی بن گیا، دوسرا حصہ ۲۸۰ صفحون پر مشتمل ہے، جس مین مصر کی قدیم سیاسی و تمدنی زندگی کا نقشہ کھینچا گیا ہے، اور مختلف بابون مین مصر کی بادشاہیون کے سیاسی حالات، مصر کے تمدن، علوم و آداب، عقائد و روایات، رسم و رواج، مصری آرٹ، صنعت و حرفت، فن تعمیر، غرض قدیم مصر کے ہر گوشہ پر نظر ڈالی گئی ہے، اور آخر مین "مصری عجائب گھر" کی سیر کرائی گئی ہے، مصری تمدن کی قدامت و اولیت وغیرہ کے مباحث مین وہ نظریے قبول کئے گئے ہین، جن کو مصر کے اہل علم نے قائم کیا ہے، نیز خواجہ صاحب نے جابجا مصری عقائد و مذہبیت کی مماثلت قدیم ہندوانہ عقائد و رسم و رواج سے بھی دکھائی ہے، کہین کہین طرز ادا مجتہدانہ مورخین کے طرز گفتگو سے علحدہ ہے، بہرحال اردو مین یہ کتاب قدیم مصری معلومات کا بہترین مرقع ہے، اور اس لئے قدر افزائی کی مستحق ہے،

"س"

جلد ۵۹ ماہ ربیع الآخر ۱۳۶۶ھ مطابق ماہ مارچ ۱۹۴۷ء عدد ۳

مضامین